www.KitaboSunnat.com

فوائدِ مکیّہ

تالیف

امامِ فن اُستاذ الأساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب مکیؒ

مَع

حواشیِ مرضیّہ

از: حضرت مولانا قاری مُحِبُّ الدّین احمد صاحب الٰہ آبادیؒ

تسہیل واضافہ بر حواشیِ مرضیہ

بقلم: محمد رضوان ابن غلام رسول پالنپوری

زمزم پبلشرز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فوائد مکیہ

تالیف

امام فن استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی

مع

حواشی مرضیہ

از: حضرت مولانا قاری محب الدین احمد صاحب الٰہ آبادی

تکمیل و اضافہ بر حواشی مرضیہ

بقلم: محمد رضوان ابن غلام رسول پالنپوری

زمزم پبلشرز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام ـــــ فوائد مکیہ

تاریخ اشاعت ـــــ جولائی ۲۰۱۴ء

صفحات ـــــ ۱۲۰

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹرز، مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 0092-21-32729089

فیکس: 0092-21-32725673

ای میل: zamzampublisher@gmail.com

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ZAM ZAM PUBLISHERS

ملنے کے دیگر پتے

مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509

مکتبہ دارالہدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814

دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی

قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی

مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

مکتبہ بیت العلم، 17 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37112356

Madrassah Arabia Islamia
1 Azaad Avenue P.O Box 9786
Azaadville 1750 South Africa
Tel · 00(27)114132786

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park London E12 5QA
Phone: 020-8911-9797

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton
BI1 3NE U.K
Tel/Fax · 01204-389080

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	عرضِ ناشر	۵
۲	تقریظ: از حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب سانسرودی مدظلہ	۶
۳	پیش لفظ	۸
۴	مقدمہ: از حضرت الاستاذ مولانا قاری احمد اللہ صاحب قاسمی مدظلہ	۱۱
۵	مقدمۃ الکتاب	۳۵
۶	پہلا باب، پہلی فصل: استعاذہ وبسملہ کے بیان میں	۳۸
۷	دوسری فصل: مخارج کے بیان میں	۴۴
۸	تیسری فصل: صفات کے بیان میں	۵۱
۹	چوتھی فصل: ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں (جدول)	۵۵
۱۰	پانچویں فصل: صفاتِ ممیزہ کے بیان میں	۵۹
۱۱	دوسرا باب، پہلی فصل: تفخیم اور ترقیق کے بیان میں	۶۳
۱۲	دوسری فصل: نون ساکن اور تنوین کے بیان میں	۶۸
۱۳	تیسری فصل: میم ساکن کے بیان میں	۷۱
۱۴	چوتھی فصل: حروف غنہ کے بیان میں	۷۲
۱۵	پانچویں فصل: ہائے ضمیر کے بیان میں	۷۴
۱۶	چھٹی فصل: ادغام کے بیان میں	۷۴
۱۷	ساتویں فصل: ہمزہ کے بیان میں	۷۹
۱۸	آٹھویں فصل: حرکات کی ادا کے بیان میں	۸۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹	تیسرا باب، پہلی فصل: اجتماع ساکنین کے بیان میں	۸۶
۲۰	دوسری فصل: مد کے بیان میں	۸۸
۲۱	تیسری فصل: مقدار اور اوجہ مد کے بیان میں	۹۰
۲۲	چوتھی فصل: وقف کے احکام میں	۹۹
۲۳	خاتمہ: پہلی فصل: ان چار علوم کے بیان میں جن کا جاننا قاری ومقری کے واسطے ضروری ہے.....	۱۰۸
۲۴	دوسری فصل: الحان وانغام کے بیان میں	۱۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

فنِ تجوید کی مشہور کتاب ''فوائدِ مکیہ'' طبع اوّل سے آج تک دینی مدارس میں پڑھائی جارہی ہے، کتاب کی اس درجہ قبولیت میں مصنف کے علمی کمالات کے ساتھ اُن کا اخلاص شاملِ حال ہے۔ کتاب کی اس قدر جامعیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے طلبا وطالبات کے لیے مزید استفادہ کی غرض سے حضرت مولانا قاری رضوان صاحب پالنپوری (حفظہ اللہ تعالی) نے ذیلی عناوین کا اہتمام فرمانے کے ساتھ حضرت مولانا قاری محب الدین صاحب کے حاشیے پر حوالوں کا اندراج فرماتے ہوئے تسہیل کی غرض سے مختلف تجوید کی کتابوں سے مفید عبارتوں کا اضافہ فرمایا۔ اس طرح کتاب اِن شاء اللہ طلبا کے لیے بہت زیادہ مفید ثابت ہوگی۔

الحمدللہ! اللہ تعالی نے اس کتاب کو ''زمزم پبلشرز'' کو ۲ رنگ میں طبع کرنے کی سعادت عطا فرمائی، امید ہے کہ تشنگانِ علمِ تجوید اس کتاب سے خوب استفادہ حاصل فرمائیں گے۔ تصحیح کے اہتمام کے باوجود قاری کسی غلطی پر مطلع ہو تو ضرور اطلاع فرمائیں۔

احباب

زمزم پبلشرز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

از: حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب سانسرودی دامت برکاتہم العالیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلحمدُ للّٰہِ رَبِّ العالَمینَ، اَلصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ المُرسَلِینَ، وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَأَصحَابِہٖ وَأَئِمَّۃِ دِینِہٖ أَجمَعِین.

کتبِ سماویہ سے قرآنِ کریم ہی کا یہ امتیاز ہے کہ اُس کی حفاظت کا ذمہ خود ربِّ کریم نے لیا ہے، اور فرمایا: ﴿إِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَإِنَّا لَہٗ لَحَافِظُونَ﴾، اور اسی کی کرشمہ سازی ہے کہ سرورِ کونین ﷺ کی ذاتِ عالی نے خود الفاظِ قرآنی کے تلفُّظ کی حفاظت کا غایت درجہ اہتمام والتزام فرمایا، اور تلفظ کی تمام تر نزاکت ونفاست اور فصاحت کے ساتھ صحابۂ کرام جیسے عاشق، متقن وضابط زُمرے کو اِس کی تعلیم فرمائی، پھر اِن نفوسِ قُدسیہ نے اِس عظیم اَمانت کے ساتھ پوری اَمانت داری کا ثبوت دیا۔

پھر نسلاً بعد نسلٍ ہر دور اور ہر صدی کے نفوسِ عالیہ نے وُصول إلی اللہ اور قُربِ خداوندی کے لیے اِس عظیم نسبت کی قدر پہچانی اور اِس سے وابستگی کو سعادت عظمیٰ سمجھا۔ اِسی کا نتیجہ تھا کہ مُحدِّثین، مفسرین، فُقہا، قراء اور اربابِ عربیت رَحِمَہُمُ اللّٰہ تَعَالیٰ نے اِس فنِ شریف کی صدری حفاظت کے ساتھ ساتھ قرطاسی حفاظت کا نیک سلسلہ بھی صدیوں پہلے جاری فرمایا، جو تا حال جاری ہے اور إن شَاءَ اللّٰہ العَزِیز تاقیامت جاری رہے گا۔ اِسی قرطاسی وتصنیفی سلسلے کی ایک کڑی ''فوائد مکیہ'' بھی ہے (جو اللہ تعالیٰ کے اُس برگزیدہ بندے کی عظیم تصنیف ہے جو مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ کے تعلیم وتربیت یافتہ ہیں، نیز اپنے ہی وطن میں خاص اِس فنِ شریف کی ترویج کے لیے حضورِ پُرنور ﷺ کے إیماء وارشادِ منامی سے تشریف لائے تھے، اِس سے میری مراد سندُ القراء فی الہند حضرت مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ قاری ومُقری عبدالرحمٰن صاحب مکی ثم الٰہ آبادیؒ ہیں)، جس میں روایتِ حفص کے مشہور ورائج الوقت ''طریقِ شاطبی'' کے ساتھ ساتھ ''طریقِ جزری'' کو بھی بیان کیا گیا ہے، جس کے شروع میں قیمتی مقدمہ کے ساتھ ساتھ صفاتِ ممیّزہ، مقادیرِ مد اور خاتمے کی دو فصلیں بالخصوص اِلحان واِنغام کی عمدہ تحقیق پر مشتمل ہے، نیز اِس میں فنی طویل ومشکل مباحث کو عام فہم انداز اور سہل ترین عبارت میں بیان فرمایا ہے؛ بلکہ اِس کے لیے مواقعِ ضرورت میں خالص فنی اِصطلاحات سے نزول بھی فرمایا، کتاب وصاحبِ کتاب کے فنی مقام کے تحت ابتدا ہی سے اِس کی شرح کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی اور بندگانِ خدا یہ خدمت انجام دیتے بھی رہے، اِسی سلسلے کی ایک کڑی مذکورہ نسخہ فوائد مکیہ ہے جو صورۃً کتاب ودرحقیقت ایک مختصر شرح کی حیثیت رکھتا ہے، جس کی طباعت پر عزیز مکرم جناب مولانا قاری رضوان صاحب پالنپوری زیدَ مَجدُہ (استاذِ تجوید وقرأت جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل) کی خدمت میں ہم دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں، کہ اوّل تو موصوف نے اصل کتاب پر ذیلی عَناوین قائم فرمائے، پھر مَرجَع القراء حضرت مولانا قاری مُحبُّ الدین صاحب کے قیمتی حاشیے پر حوالوں کا اِہتمام فرمایا، نیز حواشیٔ فوائد مکیہ اور چند کتبِ تجوید سے بعض مُفید اَجزاء بھی بہ غرضِ تسہیل مُلحَق فرمائے جو اِن شاءَ اللہ کتاب سے اِستفادے کے لیے خوب مفید ثابت ہوں گے۔ موصوف شیخ القراء حضرت مولانا قاری مقری احمد اللہ صاحب بھاگل پوری دامت برکاتہم العالیہ (صدر شعبۂ تجوید وقرأت جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل) کے شاگردِ رشید ومُتواضع، خَلیق جواں قاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اِس کاوش کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین

محتاجِ دعا:
محمد صدیق سانسرودی
خادم دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلحمدُ للهِ الَّذي أنزلَ عَلىٰ عَبدِه الكِتٰبَ وَلَم يَجعَل لَهٗ عِوَجًا، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلىٰ خَيرِ خَلقِهٖ مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ اٰلِهٖ وَأَصحَابِهٖ وَأَزوَاجِهٖ دَائِمًا أَبدًا. أما بعد!

فنِ تجوید کی مشہور، مُتداوِل اور مُستند کتاب ''فوائد مکیہ'' مؤلّفہ حضرت اقدس مولانا قاری ومُقری عبدالرحمٰن صاحب مکی ثم الٰہ آبادیؒ کا برِصغیر کے اوساطِ علمیہ میں چوں کہ بڑا اونچا مقام ہے؛ اِس لیے اِس کی آفرینش کے روزِ اول سے لے کر اِلٰی یومنا ہٰذا تمام تر مدارسِ اسلامیہ کے نصابِ تعلیم میں برابر داخل چلی آرہی ہے، اور توقُّع ہے کہ آئندہ بھی یہ پذیرائی اِسے برابر ملتی رہے گی إن شاء الله تعالىٰ۔

کتاب کی اِس شہرت، تداوُل، مقبولیت اور اِستناد کے پیچھے اگر کوئی سبب کارفرما ہے تو وہ اِس کی اپنی جامعیّت، اِختصار اور ہمہ گیری ہے، اور مصنفؒ کی رُوحانیت اور اُن کا تقویٰ اور علم میں پختگی اور گہرائی وگیرائی بھی ہے۔ الغرض کتاب جہاں اپنے معنوی محاسن سے پورے طور پر آراستہ ہے وہیں ایک مدت سے ضرورت یہ بھی محسوس کی جارہی تھی کہ، اِسے ظاہری مَحاسن بھی مُیسَّر آجائے؛ تاکہ اِس کے حُسن میں مزید اِضافہ ہوجائے، اور اِس سے اِستفادہ اَور زیادہ سہل ہوجائے، یہ خواہش تھی ہر باذوق قاری کی، اور یہ تمنا تھی ہر سمجھدار متعلِّم کی، اور اِس کا چرچا تھا اِس کے مُستفیدین کے مابین، کہ کیوں نہ اِس کتاب کی فِقرہ سازی کی جائے! اور کیوں نہ اِس کی عَناوین گری کی جائے! اور کیوں نہ اَز سرِ نو کتابت کرا کر اِسے زیورِ طبع سے بھی آراستہ کردیا جائے!۔

اِس ضرورت کا اِحساس جہاں بہت سے مُحبّینِ فن کو تھا خود اِس راقمِ سطور کو بھی تھا، اور توکلًا علی اللہ یہ کام شروع بھی کرچکا تھا، کہ ایک روز اُستاذی المحترم ومخدومی المعظم حضرت اقدس مولانا قاری ومقری احمد اللہ صاحب قاسمی دَامَت بَرَکَاتُھمُ العَالِیہ نے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ صرف اِس کام کی تائید اور تحسین فرمائی؛ بلکہ تاکیدی حکم بھی دیا، کہ یہ کام بہت ضروری ہے، اِسے جلد از جلد پورا کر لینا چاہیے۔ ذاتی رائے اور استاذِ محترم کے حکم نے جب اِس کام کو دو آتشہ کر دیا تو مزید شرحِ صدر ہو گیا، اور تعمیلاً للإرشاد بھی یہ کام بفضلِ خداوندی تکمیل کو پہنچا۔ وَبِنِعمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ، وَمَاتَوفِیقِي إِلَّا باللّٰہ، عَلَیہِ تَوَکَّلتُ وَإِلَیہِ أُنِیبُ.

ہمارے کام کی نوعیت

(۱) جہاں ایک فصل میں متعدد قواعد اور اُصول بیان ہوئے تھے اور وہ تمام باہم گڈمڈ اور غیر ممتاز تھے، ہم نے اُن کو الگ الگ فقروں میں بانٹ کر اُن پر مستقل عناوین لگا دیے ہیں۔

(۲) جدید طرزِ تحریر کے مطابق علاماتِ ترقیم کا خصوصی اِہتمام کیا گیا ہے۔

(۳) اِس کتاب پر اگرچہ بہت سے اکابرِ فن نے حاشیے لکھے ہیں؛ مگر ہم نے اِس جدید نسخے کے لیے ''حواشیٔ مرضیہ'' للشیخ المقری محب الدین احمد صاحبؒ کا اِنتخاب کیا ہے، اور پوری کتاب میں تقریباً پانچ مقامات ایسے بھی ہیں جہاں خود مصنفؒ نے نہایت محقّقانہ حواشی لکھے ہیں؛ نیز راقمِ سطور نے بھی کہیں کہیں دیگر کتبِ فن وحواشی کی مدد سے بعض حواشی کا اِضافہ کیا ہے، اِس طرح یہ تین قسم کے حواشی ہو گئے، اِن ہر سہ حواشی کے اِختتام پر ''ابنِ ضیاء'' یا ''از مؤلف'' یا ''محمد رضوان'' کے اشارات لکھ دیے گئے ہیں۔

(۴) مؤلفؒ اور قاری ابن ضیاءؒ کے حواشی میں جہاں کہیں کسی کتاب کا حوالہ آیا ہے تو اُس کا صفحہ نمبر اور جلد نمبر بھی لکھ دیا گیا ہے، اِسی طرح جہاں کسی منظوم کتاب کا حوالہ آیا ہے تو اُس کا باب اور شعر نمبر بھی قوسین میں ذکر کر دیا ہے؛ تاکہ بوقتِ مُراجَعت سہولت رہے۔

واضح ہو کہ، حضرت الاستاذ کے حسبِ حکم متنِ کتاب میں ہم نے قطعاً کوئی ترمیم نہیں کی ہے، اور اصل عبارت کو جوں کی توں باقی رکھی ہے۔

تشکُّر و اِمتنان

مجھے اِس بات کے اِعتراف میں کوئی عار اور تکلُّف نہیں کہ یہ معمولی کام بھی مجھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے ہیچ مداں کے لیے آسان نہ ہوتا، اگر میرے مخدوم مکرم واستاذ معظم شیخ القراء حضرت اقدس مولانا قاری ومقری احمد اللہ صاحب قاسمی بھاگلپوری دامت برکاتہم (صدر شعبۂ تجوید وقراءات جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک) اور حضرت مولانا قاری مقری محمد صدیق صاحب سانسرودی فلاحی زید مجدھم (صدر شعبۂ تجوید وقراءات دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر) کی سرپرستی، حوصلہ اَفزائی، رہنمائی؛ بلکہ رہبری مجھے مُیسَّر نہ ہوتی۔ دونوں حضرات کا بڑا کرم یہ بھی ہوا کہ، پورے مُسوَّدے کو بالاستیعاب مُلاحظہ فرمایا، اور اِس پر گراں قدر تقاریظ رقم فرما کر اِس کی قیمت وقامت میں اِضافہ فرمادیا۔ اللہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اِن کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سروں پر تادیر بہ عافیت باقی رکھ کر ہمیں اِن سے بیش از بیش اِستفادے کے مواقع عطا فرمائے۔ شکریہ کے اِس موقع پر کیوں کر بھول جاؤں مَیں اپنے اُن مُحسنین وکرم فرماؤں کو جن کا مختلف النوع تعاوُن مجھے اپنے مختصر سے کام میں میسَّر رہا، بالخصوص حضرت مولانا قاری ومقری عبدالستار صاحب اسلامپوری (استاذِ حدیث وتجوید وقراءات دارالعلوم وڈالی) کو، اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے، اور میری اِس حقیر کاوش کو شرفِ قَبول بخشے۔ آمین. فَلِلّٰہِ الحمدُ أوَّلًا وَاٰخِرًا. وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیرِ خَلقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَولَانَا مُحمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحبِہٖ أجمَعِینَ.

کتبہ:

محمد رضوان ابن غلام رسول پالنپوری

خادم تدریس تجوید وقراءت

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل۔ سملک

یکم شعبان ۱۴۲۶ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَئِمَّةِ دِيْنِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

علمِ تجوید کی اَہمیّت وفرضیت

قرآنِ کریم تجوید اور قرأت سے اِس طرح مربوط ہے کہ گویا وہ اِس کا جزءِ لاینفک ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ﴿وَرَتِّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ سے مفہوم ہوتا ہے۔ یہی نہیں؛ بلکہ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ میں ہر تالی کو تلاوت بالترتیل کا مُکلّف بنایا ہے، اِسی وجہ سے تحصیلِ تجوید کو بڑی اَہمیت دی گئی ہے۔

چناں چہ مُلّا علی قاریؒ "اَلْمِنَحُ الْفِكْرِيَّه شَرحُ الْمُقَدِّمَةِ الْجَزَرِيَّه" میں "وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ" کے ذیل میں فرماتے ہیں: "ثم هذا العلمَ لا خلافَ في أنه فرض كفاية، والعمل به فرض عين في الجملة على صاحب كل قراءة ورواية ولو كانت القراءة سنة" یعنی اِس میں کوئی اِختلاف نہیں کہ، تجوید کا علم فرضِ کفایہ ہے اور عمل بالتجوید ہر قرأت و ہر روایت میں فرضِ عین ہے، اگر چہ قرأت سنت ہے۔

شیخ محمد مکی نصر "نِهَايَةُ القَوْلِ المُفِيد" میں فرماتے ہیں: "فقد اجتمعتِ الأمةُ المعصومةُ من الخطاء على وجوبِ التجويدِ من زَمن النبيِّ ﷺ إلى زماننا، لم يختلف فيه عن أحد منهم" إلخ: بلا شبہ وہ جماعت جو خطا سے معصوم ہے اُس نے حضورِ اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک سے لے کر ہمارے زمانے تک تجوید کے وُجوب پر اِتّفاق کیا ہے، اور اِس میں کسی نے اِختلاف نہیں کیا، اور یہ اِجماع قوی ترین دلیل ہے۔ انتہی.

پھر یہ کہ قرآن مجید کے الفاظ وحروف عربی ہیں، اور تجوید کے قواعد کی مخالفت سے بعض دفعہ عربیت سے نکل جاتا ہے اور کلام عجمی بن جاتا ہے، مثلاً: "ض" کی جگہ "د" یا "ڈ" اور "ت"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جگہ ''ٹ'' یا حرکت کے مجہول پڑھنے سے کلمۂ غیر مُمال، مُمال بن جاتا ہے جو غیر مَرضی ہو کر قرآن کی ادا سے نکل جاتا ہے، پھر یہ کہ قرآن لفظ اور معنیٰ دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

چناں چہ ''صاحب حسامیؒ'' اُصولِ شرعیہ کے ذیل میں قرآن مجید کی تعریف کرتے ہیں: فالقرآنُ المُنزَّل عَلی الرسولِ المَکتوبِ في المصاحفِ، المنقولُ عنه نقلاً متواترًا، بلا شُبهةٍ، وهو النظم والمعنیٰ جمیعاً في قول عامة العلماء'' الخ.

فُقہائے کرام نے بھی لکھا ہے کہ: قرآن مجید کا تجوید سے پڑھنا واجب اور نہایت ضروری ہے؛ کیوں کہ غلط پڑھنے سے معنیٰ بعض دفعہ اِس حد تک بدل جاتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ: اِس بارے میں خود اپنا خیال مُعتبر نہ ہوگا؛ بلکہ کسی مُحقِّق یا ماہر قاری کی گواہی ضروری ہوگی، اور تصحیح حروف کی کوشش نہ کرے گا تو اُس کی نماز نہ ہوگی۔

اِمامُ المُحقِّقین علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن الجزری ''المقدِّمَةُ الجزریَّة'' میں فرماتے ہیں:

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَازِمُ	﴿﴾	مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرَانَ اٰثِمُ

مطلب یہ ہے کہ عمل بالتجوید حتمی اور لازمی ہے، جو شخص قرآن کو مجوّد نہیں کرتا وہ گنہگار ہے۔

''ملا جیون'' صاحبِ تفسیرِ احمدی، اُستاذِ عالمگیرؒ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ نے قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور لوگوں پر اِس کو واجب کر دیا ہے۔

ترتیل کے معنیٰ

شاہ عبدالعزیز صاحب مُحدِّث دہلویؒ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرَانَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ''لغت کی رُو سے ترتیل کے معنیٰ واضح اور صاف صاف پڑھنا ہے، اور شریعت میں سات چیزوں کی رعایت رکھنے کا نام ترتیل ہے: (۱) ہر حرف کو اُس کے مخرج سے نکالنا۔ (۲) وقف و ابتدا کا لحاظ رکھنا۔ (۳) تینوں حرکتوں کو صاف ادا کرنا۔ (۴) آواز قدرے بلند کرنا۔ (۵) آواز کا عمدہ بنانا۔ (۶) تشدید و مد کا خیال رکھنا۔ (۷) ترہیب و عذاب کی آیتوں پر دُعا و اِستغفار اور ترغیب و ثواب کی آیتوں پر سوالِ جنت کرنا''۔ (جمال القرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مع شرح کمال الفرقان،ص ۱۱۰-۱۱۱)

قطبُ الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: علمِ تجوید فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

جواب: علم تجوید جس سے تصحیح حروف ہو جاوے، جس سے معانی قرآن مجید نہ بگڑے یہ فرض عین ہے؛ مگر عاجز معذور ہے، اِس سے زیادہ علمِ قرأت وتجوید فرضِ کفایہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ۳۱۷)

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: تصحیح حروف بقدرِ امکان واجب علی العین ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۳۰۵۔ جواہر الفقہ ۱/۳۲۹۔ احسن الفتاویٰ ۳/۷۹)

اور حضرت حکیم الامتؒ ''اشرف الجواب'' میں فرماتے ہیں کہ: ''علمِ تجوید سے لاپرواہی کرنا ٹھیک نہیں، اِس کا سیکھنا فرض ہے''۔ آگے فرماتے ہیں: ''تجوید کی یہاں تک ضرورت ہے کہ بعض دفعہ اِس کی مخالفت سے عربیت جاتی رہتی ہے، اور جب لفظ عربیت سے ہی نکل گیا تو قرآن ہی نہ رہا، جب نماز میں قرآن نہ پڑھایا گیا تو نماز کیسے صحیح ہوئی؟'' الخ۔ اور ''جمال القرآن'' میں لحنِ جلی کو حرام لکھا ہے۔

فقیہِ ملت جناب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتیِ اعظم پاکستان نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَه تحریر فرماتے ہیں کہ: ''نماز کے جواز وعدمِ فساد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بےفکر ہوکر ہمیشہ غلط پڑھتے رہنا جائز ہوگا، اور پڑھنے والا گنہ گار بھی نہ ہوگا؛ بلکہ اپنی قدرت وگنجائش کے موافق صحیح حروف پڑھنے کی مشق کرنا اور کوشش کرتے رہنا ضروری ہے؛ ورنہ گنہ گار رہوگا اگرچہ نماز فاسد نہ ہو۔ کما في العالمگیریه في الباب الرابع۔

مزید ''المقدمة الجزریه'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَالأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَازِمٌ	۞	مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ القُرآنَ آثِمُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لأنــــهُ بـــــه الإلــــهُ أنــزلا	۞	وهـكـذا مـنـه إليـنـا وَصلا
وهُـو إعـطـاءُ الـحـروفِ حقَّها	۞	مـن صـفـة لـهـا ومستحَقَّها

اور ملا علی قاریؒ اِس کی شرح میں فرماتے ہیں: قولـه: "والأخذ" والأظهر أن يقالَ تقديرُه: وأخذ القاري بتجويد القرآن —وهو: تحسينُ ألفاظِه بإخراجِ الحروف من مخارجِها، وإعطاءُ حقوقِها من صفاتِها— فرض لازم وحتم دائم؛ وأما دقائقُ التجويدِ على ما سيأتي بيانُه فانما هو من مستحسناته". (المنح الفكريه شرح المقدمة الجزرية، لملا علي القاري) (از جواہر الفقہ، فقیہِ ملت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ ۱/۳۳۹)

عُلما واسلاف کے اَقوال وآراء سے تجوید کی ضرورت اور اہمّیت معلوم ہوتی ہے کہ یہ کس قدر اہم ہے، اِسی اہمّیت کے پیشِ نظر اُستاذُ الاساتذہ، شیخ القاری فی زمانہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مُہاجِر مکی ثم اِلہٰ آبادی نے تجوید میں ایک ایسی جامع کتاب تالیف فرمائی جو بروایتِ حفص عن عاصم الکوفی جو طریق شاطبی اور طیبہ کے بعض طُرق کو جامع ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کے حالاتِ زندگی

(از: تذکرۃُ القراء)

حضرت قاری صاحب کے والد بزرگوار جناب محمد بشیر خان قصبہ قائم گنج، ضلع فروخ آباد، یوپی کے رہنے والے تھے، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حصہ لینے کی وجہ سے حکومتِ انگریز نے اُن کی جائداد ضبط کرلی تھی اور آپ ہجرت کر کے مکہ معظّمہ چلے گئے، اُسی زمانے میں بانی مدرسہ صولتیہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے بھی ہجرت فرمائی تھی، دونوں کے آپس میں اچھے تعلّقات تھے۔

جناب محمد بشیر خان مرحوم کے ہم راہ اُن کے تین صاحب زادے: (۱) قاری عبداللہ صاحب (۲) قاری عبدالرحمٰن صاحب (۳) قاری حبیب الرحمٰن صاحب تھے۔ اِن کے والد مرحوم نے اِنھیں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں پیش کردیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تینوں صاحب زادے حضرت مولانا مرحوم کے آغوشِ تربیت میں تعلیم پانے لگے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد جناب محمد بشیر خان صاحب کی وفات ہوگئی، اور "جنۃُ المُعلّٰی" میں مدفون ہوگئے، اور تینوں صاحب زادوں کی تعلیم جاری رہی، جو مدرسہ صولتیہ سے علمِ قرأت سے فارغ ہوکر نکلے اور آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔ اِن تینوں کے استاذ حضرت شیخ قاری ابراہیم سعد بن علی مصری شافعیؒ تھے جو مسجد حرام میں قرآن کا درس دیتے تھے، پھر حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کی فرمائش پر مدرسہ صولتیہ میں درس دینے لگے، اور نادمِ حیات وہیں درس دیتے رہیں۔ ۲۵ر شوال ۱۳۳۷ھ کو اِس دارِ فانی سے رَحلت فرمائی اور "جنۃ المعلی" میں دفن ہوئے۔

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ مؤلف "جمال القرآن" نے مدرسہ صولتیہ ہی میں حضرت شیخ قاری عبداللہ صاحبؒ سے علمِ قرأت وتجوید کی تحصیل فرمائی تھی، تقسیمِ ہند سے پہلے عموماً جو لوگ تجوید کی تعلیم شروع کرتے تھے اُن کی تعلیم کی ابتدا "جمال القرآن" ہی سے کرائی جاتی تھی۔ خود راقم السطور نے "جمال القرآن" ہی سے اپنی تجوید کی تعلیم کا آغاز کیا ہے، اِس طرح گھر گھر میں قاری عبداللہ صاحبؒ کا فیض پہنچتا رہا ہے، اور اِن شاء اللہ پہنچتا رہے گا۔

حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے "جمال القرآن" کے علاوہ "تنشیط الطبع في إجراء السبع" بھی تالیف فرمائی، اور ایک منظوم رسالہ "یادگارِ حق قرآن" کے نام سے بھی حضرتؒ نے تالیف فرمایا ہے، اِس خاکسار نے زمانۂ طالب علمی میں دونوں رسالوں سے اِستفادہ کیا ہے۔

یوں تو حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب کے سیکڑوں تلامذہ تھے؛ لیکن حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا تلمُذ ہی اُن کے شکر کے لیے کافی ہے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی.

حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحبؒ کے چھوٹے بھائی قاری عبدالرحمٰن مُہاجر مکیؒ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے جب مدرسہ صولتیہ میں قرأتِ سبعہ کی تکمیل کر لی، تو حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے انھیں حکم دیا کہ: تم ہندوستان چلے جاؤ، آپ ہندوستان کے لیے روانہ ہوئے، کانپور پہنچے، وہاں حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوریؒ کے مدرسے میں داخل ہو گئے اور درسِ نظامی کی کتابیں آخر تک پڑھیں، پھر وہیں مدرّس بھی ہو گئے، اور حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ کے ترغیب دینے پر کانپور ہی میں ایک تاجر کی صاحبزادی سے حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کا نکاح ہو گیا۔ اِس کے بعد مدرسہ ''اِحیاء العلوم'' اِلٰہ آباد میں اور اِس کے بعد ''مدرسہ عالیہ فرقانیہ'' لکھنؤ میں مسندِ قرأت کو رونق بخشی، اور پھر مدرسہ عالیہ فرقانیہ ہی کے زمانۂ قیام میں ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت قاری صاحبؒ کے حالات سے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ کی تالیف کردہ کتاب ''تذکرۃ القراء'' سے مأخوذ ہے، یہ ایک غیر مطبوعہ رسالہ ہے، جو حضرت موصوف نے مجھے ۹ر رجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶ر دسمبر ۲۰۰۱ء کو مسجدِ نبوی میں- جب کہ مَیں عمرہ کے لیے حاضر ہوا تھا- عنایت فرمایا تھا۔

حضرت قاری صاحبؒ کے حالاتِ زندگی

(از: تذکرۂ قاریانِ ہند)

قاری مرزا بسم اللہ بیگ صاحب ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' نے شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ثم اِلٰہ آبادیؒ کے حالات اپنی کتاب ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' ص ۲۳۳ر پر اِس طرح لکھے ہیں:

شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادیؒ یہ دوسرے عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی ہیں، جن کی بدولت اُتر پردیس، بہار، اُڑیسہ اور بنگال میں تجوید وقرأت کا ذوق عام ہوا، حضرت کے والد محمد بشیر خاں صاحب قصبہ: قائم گنج، ضلع: فروخ آباد، یوپی کے رہنے والے تھے، وہاں سے کانپور آ کر رہ گئے تھے۔ غدر میں حصہ لینے کی وجہ سے انگریزی حکومت نے جائداد ضبط کر کے پریشان کیا تو ۱۲۸۳ھ میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِن کے تین فرزند تھے: محمد عبداللہ، محمد عبدالرحمٰن، محمد حبیب الرحمٰن۔ والد نے تینوں فرزندوں کو مکہ معظمہ میں تعلیم دلوائی، محمد عبداللہ نے مُقری ابراہیم سعد مصریؒ سے قراءاتِ عشرہ کی سند لی۔ یہ صاحبِ سلسلہ اور قرأت کے جیّد اُستاذ تھے، آپ نے حسن بُدیرؒ سے اور اُنھوں نے شیخ محمد مُتولی مصریؒ سے قراءاتِ متواترہ مُتصلہ حاصل کی تھیں۔ قراءات کے ساتھ حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ نے حفظِ قرآن کی تکمیل بھی کی، پھر مدرسہ صولتیہ میں شیخ التجوید مقرر ہوئے، اخیر عمر تک قرآنِ پاک کی خدمت انجام دیتے رہے۔

حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ درس کے علاوہ ایک گھنٹہ تجوید کی مشق کیا کرتے تھے، اور اکثر فرمایا کرتے کہ: جب تک مُزاوَلت نہ ہو آواز اور ادائیگی پر قابو نہیں رہتا، ہر قاری کو چاہیے کہ روزانہ کی مشق ترک نہ کرے۔

حضرت ہی سے آپ کے دونوں چھوٹے بھائیوں نے قراءاتِ عشرہ سیکھیں، اور ہندوستان واپس آکر یہاں قرأت کا سلسلہ جاری کیا۔ شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجرِ مکیؒ کا فیض سارے عالَم میں پھیلا، چالیس سال سے زیادہ قرآن کی خدمت کر کے ۱۳۳۷ھ میں وفات پائی، مکہ معظمہ میں مدفون ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ کی مکہ معظمہ میں ہی شادی ہوئی تھی، آپ کے چار صاحبزادے تھے اور ایک صاحبزادی: قاری حافظ محمد احمد، قاری محمد احمد، قاری محمد محمود، قاری محمد سراج۔ صاحبزادی کا قاری مرزا محمد بیگ سے نکاح ہوا۔

حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب کے سارے ہی صاحبزادے مکہ معظمہ ہی میں رہے، اور قاری حافظ احمد صاحب بہت ہی اچھے قاری، حافظ، عالم اور فقیہ تھے، بڑے ذہین وذکی تھے، مُناظرے میں یدِ طُولیٰ حاصل تھا، جب حجاز میں نجدیوں کی حکومت قائم ہوئی اور نجدی عُلما نے بعض مسائل میں عُلمائے کرام اہلِ مکہ سے اِختلاف کیا، اور بحث ومناظرے کی نوبت آئی تو ملک عبدالعزیز ابنِ سَعود نے اپنے سامنے دونوں جانب کے عُلما کو بلا کر مناظرہ کرایا، وہاں جان کا بھی خطرہ تھا؛ مگر علمائے اہلِ مکہ کی طرف سے قاری محمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احمد نے بحث کی، ملک عبدالعزیز آپ کی قابلیت، ذہانت اور متانت سے اتنا متأثر ہوئے کہ آپ کو قاضی القضاۃ بنادیا۔

دوسرے صاحبزادے قاری حافظ محمود بھی اچھے قاری تھے، دوسال ہندوستان میں: کلکتہ اور الہ آباد میں مقیم رہے پھر واپس چلے گئے۔

صاحبِ ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' لکھتے ہیں کہ: شیخ القراء حضرت مولانا قاری حافظ محمد عبدالرحمٰن صاحب مکی تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہندوستان کو واپس ہوئے، حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ کے مدرسے میں مدرِّس ہوئے۔

کانپور کے تُجّار میں حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ کا بڑا اثر تھا، ایک روز آپؒ نے تجار کو جمع کرکے اُن سے فرمایا کہ: آپ سب کو اپنی اپنی لڑکیوں کے لیے اچھے بَر کی تلاش ہے، اور مدرسے کے فارغ التحصیل یا قریبُ الفراغ طلبہ میں بہت سے شریف بچے ہیں، تم لوگ امیر گھرانوں میں بیٹیاں دینے کے بجائے اِن شریف زادوں کی طرف کیوں توجُّہ نہیں کرتے؟ غرض اکثر تُجّار نے اپنی لڑکیاں بیاہ دیں، اُن میں سے ایک تاجر کی لڑکی سے قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کا عقد بھی ہوگیا۔

قاری صاحبؒ نے کانپور سے الہ آباد جاکر عبداللہ کی مسجد، مُتصِل ریلوے اسٹیشن کے مدرسہ ''اِحیاء العلوم'' میں کام شروع کردیا، یہاں طلبا کی تعداد چنداں زیادہ نہ تھی، اور نہ اُن میں اِستفادے کا شوق تھا؛ اِس لیے برداشتہ خاطر ہوکر حضرت نے واپس مکہ معظَّمہ جانے کا ارادہ کرلیا، سفر کی تیاری مکمل ہوچکی تھی، توشہ بھی تیار ہوچکا تھا، رات گزارنی باقی تھی، صبح کی گاڑی سے روانہ ہونے والے تھے، رات کو خواب میں سرورِ کائنات حضرت رسولُ اللہ ﷺ کی زیارت سے مُشرَّف ہوئے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عبدالرحمٰن! تم ہندوستان ہی میں رہو، ہم کو تم سے بہت کام لینا ہے''، صبح ہوتے ہی حضرت نے تمام سامان کھلوادیا اور ہجرت کا ارادہ ترک کردیا۔

ہندوستان میں حضرت کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگ آشنا نہ تھے؛ مگر حضرت نے اِس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد سرگرمی سے تجوید وقرأت کی نشر واشاعت کی طرف توجہ کی، رفتہ رفتہ شہرت ہوئی، اور وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ پورے ہندوستان سے لوگ کھینچ کر آنے لگے، حضرت کے شاگردوں کی تعداد اور اُن کی جدّ وجُہد دیکھ کر حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کی خدمات کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کئی سال کے بعد دومرتبہ حج کو گئے، آخری عمر میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہیں ۶/ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ کو انتقال ہوا۔

آپ کے ایک عقیدت مند شاگرد نے ایک قطعۂ زمین قبور کے لیے جھوائیں ٹولہ، محبوب گنج لکھنؤ میں لے کر رکھا تھا، اُس میں دفن کیا گیا۔ اُن صاحب نے درخت وپودے لگا کر باغ بنا دیا تھا؛ قاری محمد نذر صاحب مرحوم بھی آپ کی قبر کے پاس دفن ہوئے، عدمِ نگرانی کی وجہ سے باغ کی حالت خراب ہوگئی۔

صاحبِ ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' حاشیہ پر لکھتے ہیں: چند روز قبل قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کے شاگردِ رشید قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ لکھنؤ گئے تھے، اُن کا جی چاہا کہ استاذ کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھیں، یہ معلوم نہ تھا کہ قبر کہاں ہیں؟ اس لیے (قاری) عبدالمعبود صاحبؒ اور دوسرے جانے والوں کو ساتھ لے لیا، صبح آٹھ بجے نکلے، یہ حضرات بھی مدت سے قبر پر نہیں گئے تھے، قاری عبدالمعبود صاحب کو یہ معلوم تھا کہ جنگل میں ہے، اِسی انداز سے باہر جا کر تلاش کی، وہ قبرستان ہی نہ ملا، دن کے ۱۲ بج گئے، تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: آپ لوگوں کو بڑی زحمت ہوئی، اب آپ لوگ تشریف لے جائیں، مجھے تو جب تک قبر کا پتہ نہ لگے گا گھر واپس نہ جاؤں گا، غرض پاس لحاظ سے دوسرے بھی ٹھہرے رہیں، قاری صاحبؒ نے ایک دیہاتی کو جو اُدھر سے گزر رہا تھا پکارا، قاری عبدالمعبود وغیرہ ہنسنے لگے، کہ حضرت! ہم لکھنؤ کے رہنے والے جب نہ بتا سکے تو یہ دیہاتی کیا بتائے گا جس نے کبھی قاری صاحبؒ کا نام بھی نہ سنا ہوگا! (قاری) حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے کہا کہ: کیا کیا جائے؟ کسی سے تو پوچھنا ہے، جب وہ دیہاتی نزدیک آیا تو قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے پوچھا کہ: اِس نواح میں قاری عبدالرحمٰن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحبؒ کی قبر ہے، کیا تم کو اُس کا پتہ ہے؟ اُس نے کہا: ہاں صاحب! ہم بتاتے ہیں، میرے ساتھ آیئے، غرض اُس نے شہر میں آ کر اُس قبرستان کو بتایا، سب نے قریب آنے کے بعد کہا کہ: ہاں! یہی قبرستان ہے، غرض سب نے فاتحہ پڑھی، باغ کی بربادی اور قبر کے اَطراف بندروں کا پیخال دیکھ کر افسوس کیا اور واپس آ گئے۔ رات میں قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ کو خواب میں دیکھا کہ اُسی قبر پر بیٹھے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ: آٹھ بجے سے بارہ بجے تک گھومتے رہے تم کو ہماری قبر ہی نہ ملی! دیکھتے ہو یہاں کیا حالت ہے؟ دوسرے روز حضرت نے دوسو (روپے) اپنے ساتھیوں کو دے کر فرمایا کہ: تم لوگ درستی کا انتظام کرو، اَور رقم کی ضرورت ہوئی تو مَیں وہ بھی فراہم کر دوں گا۔

یہ واقعہ قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے خود مجھ سے (یعنی صاحبِ تذکرۂ قاریانِ ہند سے) بیان کیا۔

صاحبِ ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' آگے متن میں تحریر فرماتے ہیں: کانپور، الٰہ آباد اور اطراف کے شہروں میں آپ کا بہت فیض پہنچا۔ بنگال، برما، پنجاب اور کابل کے تلامذہ نے آ کر آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے شاگرد بھی بڑے مُستعد نکلے، حضرتؒ سے سیکھ کر خود سرگرمِ درس وتدریس ہو گئے۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کا حافظہ بہت قوی تھا، شاطبیہ (لامیہ)، دُرّہ، طیبہ؛ یہ سب کتابیں اور قراءاتِ سبعہ وعشرہ کے اُصول وفُروش بہ جمیع طُرق بالکل اَزبر تھے، ہر سال رمضان میں دوختم سنانے کا معمول تھا، تراویح خود ہی سے پڑھاتے تھے، تیزی کے باوجود حروف کے مخارج وصفات، حرکات وسکنات ومدود کی ادائیگی میں فرق نہ آتا، یہاں تک کہ اَدنیٰ درجے کا لحنِ خفی بھی واقع نہ ہوتا۔

حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ شیخ التجوید مدرسہ دیوبند کا بیان ہے کہ: اِشراق، چاشت، تہجُّد، اوّابین میں الگ الگ سلسلے سے قرآن مجید ختم فرماتے۔ قرآن مجید کا حفظ اِس پائے کا تھا کہ، ایک دوسرے شاگرد پروفیسر قاری سراج الحق کے قول کے مطابق۔ جو خود اُنھوں نے مجھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صاحبِ تذکرۂ قاریانِ ہند) سے بیان کیا- کہ: کبھی لقمہ لیتے ہم نے نہیں سنا۔ ان ہی شاگرد کا یہ بھی بیان ہے کہ: حضرتؒ نے ''شمہورش'' شہنشاہِ جِنّہ کو بھی جَدّہ میں قرآن سنایا تھا۔

مجلس میں قرآن سنانے کی فرمائش کی جاتی تو کبھی تصنّع یا تکلُّف سے نہ پڑھتے، بہت سادگی سے سنا دیتے تھے۔ قاری سراج الحق صاحب نے مجھ سے ایک واقعہ بیان کیا کہ: ایک دفعہ ۱۳۴۳ھ میں مولوی غلام مجتبیٰ جعفریؒ کے پاس قرأت کا جلسہ مقرر ہوا، جس میں قاری ابراہیم رشید بھی جو مکہ مسجد حیدر آباد کے خطیب تھے، وہ بھی شریکِ جلسہ تھے، اِن کی باری آئی تو اُنھوں نے اونچی آواز سے خوب للکار کر سنایا، اِن کے بعد ہی قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ سے فرمائش ہوئی، حضرت نے مقابلے کا خیال کیے بغیر نہایت سادگی کے ساتھ سنا دیا، عوام پر یہ اثر ہوا کہ قاری عبدالرحمٰن مکی سے تو ابرہیم رشید ہی نے اچھا پڑھا۔

قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کے صرف ایک لڑکی ہوئی جو بچپن میں انتقال کر گئی، اِس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔ قاری محبوب علی صاحبؒ کو مُتبنّیٰ بنایا تھا، چناں چہ کتب خانہ اور کل اَثاثِ بیت اِن ہی کے حوالے کیا۔ قاری محبوب علی صاحبؒ پاکستان چلے گئے، یہ مقامِ ''گولٹرہ'' میں مقیم ہیں۔

فنِ تجوید میں آپ کی اردو تالیف ''فوائد مکیہ'' اکثر نصاب میں داخل ہے، عربی میں فنِ رسم الخط عثمانی میں "أفضلُ الدُرَر" تالیف کی، قصیدہ رائیہ کی ایک محقِقانہ شرح لکھی۔

قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ کا بیان ہے کہ: آخری عمر میں آپ مدینہ منوّرہ جانا چاہتے تھے، ایک دفعہ آپ نے اپنے خادم سے کہا کہ: مجھے مدینہ منورہ جانا ہے؛ اِس لیے خواجہ معین الدین اَجمیریؒ سے اجازت لینا ہے، اِس کے بعد آپ اجمیر تشریف لے گئے، واپسی میں فرمایا کہ: اجازت نہیں ملی۔ یہ قصہ سنا کر قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ فرماتے تھے کہ: اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ اُمورِ تکوینی میں بھی صاحبِ اَمر تھے۔ چند روز کے بعد حضرتؒ نے خادم سے فرمایا کہ: حضرت خواجہ صاحبؒ نے خواب میں آکر اجازت دے دی ہے، اب مَیں مدینہ طیبہ جاؤں گا۔ پھر ایک رات خواب میں دیکھا کہ، حضورِ اکرم ﷺ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارگاہ میں حاضری ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ''عبدالرحمٰن! گھبراؤ نہیں، جہاں تم وہاں مَیں''، اِس خواب کے دیکھنے کے بعد آپؒ نے مدینہ طیبہ جانے کا قصد منسوخ فرما دیا۔ قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ ہی کا بیان ہے کہ: انتقال سے پہلے اِستغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

حضرت مولانا قاری محمد حسین صاحب مالیگانویؒ حضرت قاری صاحب کے مکہ مکرمہ سے ہندوستان میں تشریف آوری کے بارے میں لکھتے ہیں:

اِس فنِ شریف کی حفاظت کا سامان اِس طرح پیدا ہوا کہ، مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ ایک قدیم مدرسہ ہے، اِس مدرسے کے شیخ التجوید حضرت مولانا حافظ قاری عبداللہ قُدِّسَ سِرُّہ تھے، حضرت موصوف کے زمانے میں یہ مدرسہ بہت عروج پر تھا، اہلِ عرب بھی اِس مدرسے میں تعلیم حاصل کررہے تھے، ۱۹۹۵ء میں بندہ جب مکہ معظمہ حج کے لیے حاضر ہوا تو اِس مدرسے کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب دَامَت بَرَکَاتُہُم العَالِیَہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور فنِ تجوید وقراءات پر گفتگو شروع ہوئی، مولانا موصوف نے ارشاد فرمایا کہ: مَیں اور حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی قُدِّسَ سِرُّہ اِسی مدرسہ صولتیہ میں ہم سبق تھے اور علمِ تجوید وقرأت حاصل کررہے تھے، حضرت مولانا حافظ قاری عبدالرحمٰن قُدِّسَ سِرُّہ یہ حضرت مولانا قاری عبداللہ قُدِّسَ سِرُّہ کے برادرِ خورد ہیں، حضرت مولانا سلیم اللہ مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا: قاری صاحب! وہ گھڑی بڑی مبارک گھڑی اور وہ ساعت بڑی نورانی ساعت تھی کہ ایک رات حضرت مولانا قاری عبداللہ قُدِّسَ سِرُّہ محوِ خواب ہوتے ہیں، حضورِ اکرم ﷺ حضرت قاری صاحب سے مخاطب ہوکر ارشاد فرماتے ہیں: ''قاری عبداللہ! سنو! اپنے چھوٹے بھائی قاری عبدالرحمٰن کو ہندوستان روانہ کردو؛ تاکہ اُن کے ذریعے علمِ تجوید وقرأت کی اِشاعت زیادہ سے زیادہ ہو''، بیدار ہوتے ہیں تو خواب کا نقشہ اور سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد مبارک ذہن میں موجود ہے، آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے تر ہوجاتی ہیں، اور دل میں یہ خیال موجزن کہ اپنے اَدنیٰ غلام پر آقا و مولیٰ ﷺ کی اِس قدر نوازشِ بیکراں، کہ اپنی زبان مبارک سے میرا نام لے کر ارشاد فرماتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں: قاری عبداللہ! اس بشارتِ عظمیٰ پر جس قدر بھی فخر کروں کم ہے، فوراً اپنے بھائی قاری عبدالرحمٰن کو بلوا کر فرمایا کہ: گنبدِ خضراء میں آرام فرمانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے خواب میں تمھارا نام لے کر بشارت دی ہے کہ، اپنے بھائی کو علمِ تجوید و قرأت کی اشاعت کے لیے ہندوستان روانہ کرو، حضرت قاری عبدالرحمٰن قُدِّسَ سِرُّہٗ پر اس بشارت کو سن کر عجیب کیفیت طاری ہوگئی، کہ حضور ﷺ نے اپنے اس غلام کا نام لے کر بشارت دی۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جس پر یہ حالت گزری ہو۔

غرض حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن قُدِّسَ سِرُّہٗ بہ طیبِ خاطر مکہ معظمہ سے ہندوستان تشریف لائے، اور فنِ تجوید و قرأت کی اشاعت میں کوشش شروع کردی۔ ابتداء میں اس فن کی طرف عوام تو عوام، خواص نے بھی کوئی توجہ نہیں کی، ان حالات کو دیکھ کر حضرت قاری صاحب قبلہ کی طبیعت اُچاٹ ہوگئی، ایک مرتبہ تو یہ پختہ خیال دل میں کرلیا کہ إن شاء اللہ کل صبح بستر باندھ کر مکہ معظمہ واپس روانہ ہوجاؤں گا، اُسی شب میں آپ کو بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی، اور حضور ﷺ حضرت قاری عبدالرحمٰن کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''قاری عبدالرحمٰن! مکہ معظمہ واپس کیوں جارہے ہوں؟ یہ خیال دل سے نکال دو، ابھی تو آپ سے بہت کام لینا ہے''، اس بشارت کے بعد یہ ہوا کہ تشنگانِ علوم اپنی پیاس بجھانے کے لیے جوق در جوق آنے شروع ہوگئے، اور حضرت قاری صاحب موصوف نے اپنی تمام صلاحیتیں اس کام کی تکمیل کے لیے صَرف کردیں، اور خدمتِ قرآن کو اپنی زندگی کا عزیز ترین مشغلہ بنالیا۔ بنا بریں طلبا، عُلما کی یہ حالت تھی کہ جماعت اِس شیخ القراء کی خدمت میں تحصیلِ علم کے لیے حاضر ہونے لگی، اور ماشاء اللہ ہزاروں عُلماء و حُفّاظ نے اس سرچشمۂ تجوید و قرأت سے اپنی پیاس بجھائی۔

آج بھی تجوید و قرأت کا جا بجا جو چرچا نظر آتا ہے وہ سب حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی قُدِّسَ سِرُّہٗ اور اُن کے تلامذہ کی مَساعیٔ جمیلہ کا ثمرہ ہے۔ حضرت الاستاذ قاری صاحب قبلہ نے اپنی زندگی میں اِس فن کے ایسے رجال پیدا کردیے کہ تاریخ اِس صدی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، اور آج ہندوستان و پاکستان کی کوئی ایسی دینی درسگاہ نہیں ہے جس کی کیاریوں میں حضرت الاستاذ مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی قُدِّسَ سِرُّہ کے سرچشمۂ تجوید وقرأت کی لہریں نہ پہنچ رہی ہوں، نیز اِس وقت شاید ہی کوئی ممتاز اہلِ فن، قاریٔ سبعہ وعشرہ ایسا ہو جس کا سلسلہ حضرت الاستاذ تک نہ پہنچتا ہو۔

موصوف نے ''فوائد مکیہ'' اردو زبان میں اور ''رائیہ'' کی شرح عربی زبان میں لکھ کر اِس فن پر بڑا احسان فرمایا۔ یہ دو کتابیں تمام مدارسِ اسلامیہ میں داخلِ درس ہیں۔

شہر مالیگاؤں، ضلع ناسک میں ''مدرسہ بیت العلوم'' ایک قدیم مدرسہ ہے، اِس شہر کے تمام عُلما اِسی مدرسے کے فیض یافتہ ہیں، بندہ کو بھی فخر حاصل ہے کہ اُس نے ''مدرسہ بیت العلوم'' میں حضرت مولانا واستاذنا شاہ محمد اسحاق قُدِّسَ سِرُّہ کی خدمت میں درسِ نظامیہ کی تکمیل کر کے مدرسے کے ایک شاندار اجلاس میں سندِ حدیث حاصل کی ۱۳۴۲ھ میں اراکینِ مدرسہ کو یہ احساس ہوا کہ، مدرسے میں تجوید وقرأت کا درجہ نہیں ہے؛ اِس لیے ممبرانِ مجلسِ شوریٰ نے یہ طے کیا کہ، ایک خوش اِلحان عالم مدرسے کی طرف سے حافظ مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی قُدِّسَ سِرُّہ کی خدمت میں علمِ تجوید وقرأت کی تحصیل کے لیے روانہ کیا جائے۔ اراکینِ مدرسہ اور خصوصاً مولانا عبدالمجید ناظمِ مدرسہ، اور مرحوم حکیم محمد حسن صاحب خازنِ مدرسہ، اور صدرُ المدرِّسین حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق قُدِّسَ سِرُّہ کی نظرہائے اِنتخاب مجھ بے بضاعت پر پڑیں؛ چناں چہ بندہ الٰہ آباد حضرت قاری صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، موصوف ضعفِ پیری کی وجہ سے مشق نہیں کراتے تھے، صرف کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ کو ''فوائد مکیہ، المقدمۃ الجزریۃ'' اور ''تحفۃ الاطفال'' داخلِ درس کتابیں خود پڑھائیں، اِس لحاظ سے بندہ کو حضرت قاری صاحب قبلہ سے شرفِ تلمُّذ حاصل ہے، اور میری سند پر موصوف کے دستخط ثبت ہیں۔

شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرقدَہ کا یہ تذکرہ حضرت مولانا قاری محمد حسین صاحبؒ مالیگانوی کی زبان وتحریر سے پیش کیا گیا، جو آپ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب "تیسیر الطبع في إجراء السبع" سے ماخوذ ہے۔

''فیضانِ رحمت'' یہ ایک کتاب ہے جس میں جناب مولانا امداد صابری صاحب نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے فنِ تجوید و قرأت کے صدر مدرّس حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب مکی اور اُن کے تلامذۂ فنِ تجوید و قرأت کی خدمات اور حالات ترتیب دیے ہیں، جن کے ناشر حضرت مولانا حشیم صاحب نائب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۸۲ء میں نعمان پریس دہلی سے طبع ہوکر منظرِ عام پر آئی ہے۔ مولانا امداد صابری صاحب نے شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ کے متعلق کچھ اِضافے کے ساتھ وہی باتیں لکھی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں، یہاں مولانا کی تحریر کا مختصراً اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ چناں چہ مولانا لکھتے ہیں کہ:

قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ، قاری عبداللہؒ کے چھوٹے بھائی تھے، حضرت العلامہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے مدرسہ صولتیہ میں اِن دونوں بھائیوں نے اِستفادہ کیا، اور لمبی مدت تک یہ دونوں بھائی بابِ ابراہیم کے پاس رہتے تھے، اِن دونوں کو مدرسہ صولتیہ کے سب سے مشہور قاری ابراہیم سعد صاحبؒ کے حوالے کیا، جن کو بڑے اہتمام کے ساتھ مدرسے میں تجوید و تعلیم اور قرآن مجید حفظ کرانے کے لیے مقرر کیا تھا، قاری ابراہیم سعد صاحبؒ نے اِن دونوں پر بڑی محنت کی تھی اور عمدہ تربیت دی تھی، تھوڑے دنوں کے بعد اِن دونوں کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا، اور یہ دونوں کلی طور پر حضرت مولانا صاحبؒ کے پاس رہنے لگے تھے، جب یہ دونوں تعلیم سے فارغ ہوگئے اور حفص اور قرأت سبعہ کی تکمیل کرلی، تو حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کو حکم دیا کہ: تم ہندوستان جاؤ، آپ جب ہندوستان تشریف لے گئے تو ''گولڑہ شریف'' پنجاب میں پہنچے، اور قاری محمد غازی صاحبؒ سے پڑھ کر عشرہ کی سند حاصل کرلی۔ اور قرأت و تجوید کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے کانپور تشریف لے گئے، اور حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوریؒ کے مدرسے میں داخل ہوئے، وہاں درسِ نظامی کا کورس پڑھنا شروع کیا، اور علوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربیہ کی کتابیں اوّل تا آخر پوری پڑھیں، اور وہیں سے سندِ فراغت حاصل کی، اور اِسی مدرسے میں مدرّس مقرر ہوئے، اور کئی سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کانپور کے علمی و دینی طبقے میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھے جاتے تھے۔ پھر شیخ عبداللہ رئیس الہ آبادی نے آپ کو الہ آباد بلا لیا، وہاں آپ عبداللہ کی مسجد کے متصل ریلوے اسٹیشن پر مدرسہ ''اِحیاء العلوم'' میں عرصے تک درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ مدرسہ اِحیاء العلوم سے حضرت مولانا عین القضاۃ صاحبؒ کی طلبی پر مدرسہ ''عالیہ فرقانیہ'' تشریف لے گئے، اور معلمِ اوّل تجوید و قرأت مقرر ہوئے۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ نے حضرت العلامہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے حکم سے اپنی ابتدائی زندگی مدرسہ صولتیہ ہی میں گذاری تھی، ۱۳۵۰ھ میں جب حج کے لیے تشریف لے گئے اور پھر حجازِ مقدّس سے ہندوستان واپس جانا چاہا، تو آپؒ کے بڑے بھائی قاری عبداللہ صاحبؒ کے صاحب زادوں نے مکہ معظّمہ میں قیام کے لیے اِصرار کیا، قاری صاحبؒ نے رسول اللہ ﷺ کی بشارت اور اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کے حکم کو یاد دلایا، یہ بچے خاموش ہو گئے اور آپ الہ آباد روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کا ایک واقعہ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی ملاقات کا عجیب و غریب ہے:

حضرت مونگیریؒ کے صاحب زادہ (امیر شریعت) حضرت مولانا منّت اللہ صاحبؒ نے بیان کیا کہ: حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے حضرت قاری عبدالرحمٰن کلیؒ کو اپنی خانقاہ میں ٹھہرایا، دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ سے مولانا مونگیریؒ نے فرمایا کہ: میرے کمرے میں تشریف لائیں، چائے وہیں پیئیں گے، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کا دستور تھا کہ، صبح کی نماز کے بعد چائے پیتے تھے، شیخ القراء جب کمرے میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: قاری صاحب! ایک رکوع سنا دیجیے، شیخ القراء نے ایک رکوع سنایا تو سن کر حضرت پر رِقّت طاری ہو گئی، کہا: اَور سنائیے، قاری صاحبؒ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک رکوع اَور سنایا، اِس بار قاری صاحب بھی رو پڑے، اِس طرح سماں بندھ گیا کہ تلاوت کے ساتھ دونوں روتے جاتے تھے، ساڑھے بارہ بجے دن تک یہ سلسلہ جاری رہا، جو لوگ کمرے سے باہر تھے وہ بھی رو رہے تھے، غرض اُس روز چائے پینے کی نوبت نہیں آئی۔

قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتیؒ اور قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ ایک ہی دَور کے قاری تھے، اور اِن دونوں کا اساتذہ میں شمار ہوتا تھا؛ لیکن دونوں کے پڑھنے میں فرق تھا، قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ حسنِ لحن پر زور نہیں دیتے تھے، سیدھی اور صاف ادائیگی، مخارج و صفات کا لحاظ رکھتے تھے، یہی خصوصیت اُن کے تمام شاگردوں میں نمایاں تھی۔ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے چوں کہ حجازِ مقدس میں تعلیم پائی تھی، حجازی لہجے پر زور دیتے تھے، اور اِن کے شاگردوں میں بھی یہ چیز نمایاں تھی۔ شاگردوں میں قاری عبدالخالق علی گڑھیؒ اور قاری عبدالمالکؒ نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں تعلیم حاصل کی تھی؛ اِس لیے اِن کو بھی حجازی لہجے میں مہارت تھی، اِن کے تمام شاگرد بھی اِسی لہجے میں پڑھتے تھے۔

حضرت مولانا شیخ القراء قاری عبداللہ صاحب اور حضرت مولانا شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن صاحب رحمہما اللہ کے مختصر حالات ذکر کیے گئے۔ تاریخ نگاروں نے اِن دونوں بزرگوں کے حالات اپنے اپنے انداز میں مختلف تحریر و قلم سے پیش کیے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجرِ مدنیؒ اپنی کتاب ''تذکرۃ القراء'' میں لکھتے ہیں: قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کے تلامذہ کی تعداد بہت تھی جنھوں نے آپ کے بعد علومِ تجوید و قرأت کو آگے بڑھایا، اور اُن کی توجُّہ سے جگہ جگہ تجوید و قرأت کے مراکز قائم ہوگئے۔ صاحبِ ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' لکھتے ہیں: آپ کے شاگردوں کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے، کئی ہزار کی تعداد میں تھے۔

حضرت کے چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) شیخ القراء حضرت مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الٰہ آبادیؒ۔

(۲) شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالوحید صاحب الٰہ آبادیؒ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالخالق صاحب علی گڑھیؒ۔
(۴) شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب علی گڑھیؒ۔
(۵) شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب تھانوی ثم الٰہ آبادیؒ۔
(۶) شیخ القراء حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھیؒ۔
(۷) شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالمعبود صاحبؒ۔
(۸) شیخ القراء استاذی حضرت مولانا قاری محمد کامل صاحبؒ۔
(۹) حضرت قاری ومقری محب الدین صاحب الٰہ آبادیؒ، وغیرذلک۔

استاذی حضرت مولانا حافظ قاری ومقری محمد کامل صاحب افضل گڑھیؒ مدرّسِ تجوید وقرأت جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد نے ایک مرتبہ اثنائے درس مجھ خاکسار سے فرمایا کہ: مَیں نے جب قرأت کی تکمیل کرلی تو حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب تھانوی ثم الٰہ آبادیؒ نے فرمایا کہ: حضرت مولانا قاری ومقری عبدالرحمٰن صاحب مہاجرِ مکی ثم الٰہ آبادیؒ کو جاکر امتحان دیں؛ چناں چہ حضرت قاری صاحبؒ کے حکم سے حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت اُس زمانے میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں بہ حیثیت صدرالمدرسین قیام پذیر تھے، حضرت نے مجھ کو اپنے پاس اٹھارہ یوم رکھا، اور شاطبیہ ودیگر کتبِ قرأت مختلف مقامات سے پڑھائیں، اور مدنی لہجے میں قرآنِ کریم کی مشق کرائی، اور قراءاتِ سبعہ وعشرہ کی سند سے مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔

استاذی حضرت مولانا قاری محمد کامل صاحبؒ نے اپنے دونوں ہی طریق یعنی: شاطبیہ اور طیبہ کی سندوں میں اپنی اِس اجازت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اِس طرح خاکسار کی سند میں بفضلہٖ تعالیٰ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ تک پہنچنے کے لیے درمیان میں استاذی حضرت مولانا قاری محمد کامل صاحبؒ ہی کا واسطہ آیا ہے، اِسی طرح شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب تھانوی ثم الٰہ آبادیؒ کو بھی حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ سے براہِ راست طریقِ شاطبی کی سند اجازت حاصل تھی، اور قراءات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عشرہ من طریقِ طیبہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ ہی سے پڑھی تھی، جیسا کہ استاذی حضرت مولانا قاری محمد کامل صاحبؒ کی بزبانِ خود اور اپنی سند سے معلوم ہوا۔

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کی سندوں کا سلسلہ بطریقِ شاطبی امام جزریؒ تک سولہ اور بطریقِ طیبۃ النشر پندرہ واسطوں سے پہنچتا ہے۔

تفصیلاتِ اِسناد من طریق الشاطبیہ

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مہاجر مکی ثم الہ آبادیؒ کی تین سندیں ہیں:

(۱) بروایتِ حفص عن عاصم من طریق الشاطبیہ

حضرت قاری صاحبؒ نے اِس طریق وروایت پر اپنے بڑے بھائی شیخ القراء (۱) حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے پڑھا، اِنھوں نے (۲) شیخ سید ابراہیم سعد مصری سے، اِنھوں نے (۳) شیخ حسن بدیر سے، اِنھوں نے (۴) شیخ محمد متولی سے، اِنھوں نے (۵) شیخ سید احمد سے، اِنھوں نے (۶) شیخ احمد سلمونہ سے، اِنھوں نے (۷) شیخ سید ابراہیم العبیدی سے، اِنھوں نے بہت سے مشائخ سے پڑھا، اُن میں سے (۸) شیخ عبدالرحمٰن الاجھوری ہیں، اِنھوں نے بہت سے مشائخ سے، من جُملہ اُن کے (۹) شیخ احمد البقری سے، اِنھوں نے (۱۰) شیخ محمد البقری سے، اِنھوں نے (۱۱) شیخ عبدالرحمٰن الیمنی سے، اِنھوں نے اپنے والد (۱۲) شیخ شحاذہ الیمنی اور (۱۳) شیخ احمد ابن عبدالحق السنباطی سے، اور شیخ احمد ابن عبدالحق السنباطی نے (۱۴) شیخ شحاذہ الیمنی سے، اِنھوں نے (۱۵) شیخ ابوالنصر الطبلاوی سے، اِنھوں نے (۱۶) شیخ الاسلام زکریا الانصاری سے، اِنھوں نے صاحبِ اتحاف کے قول پر (۱۷) شیخ احمد ابن بکر بن یوسف القلقیلي اور (۱۸) شیخ رضوان ابونعیم العقبي سے، اِن دونوں نے امام القراء والمحدثین (۱۹) ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزریؒ سے۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ أجمَعِین. وأسانیدُه مذكورةٌ في نشره.

(۲) حضرت قاری صاحبؒ کی قراءاتِ سبعہ کی سند من طریق الشاطبیہ

حضرتؒ نے قراءاتِ سبعہ کو اِس طریق پر اپنے بڑے بھائی شیخ القراء حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا قاری عبداللہ بن بشیر خان صاحبؒ سے پڑھا، اِنھوں نے شیخ سید ابراہیم سعد مصریؒ سے، اِنھوں نے شیخ حسن بدیرؒ سے، اِنھوں نے شیخ محمد المتولیؒ سے، اِنھوں نے شیخ سید احمد الدریؒ سے، اِنھوں نے شیخ احمد بن محمد سلمونہؒ سے، اِنھوں نے شیخ سید ابراہیم العبیدیؒ سے، اِنھوں نے چند مشائخ سے، من جُملہ اُن کے (۱) شیخ عبدالرحمٰن الاجہوریؒ (۲) شیخ علی البدریؒ (۳) شیخ محمد المنیرؒ (۴) شیخ مصطفیٰ بن عبدالرحمٰن الازمیریؒ۔

شیخ عبدالرحمٰن مذکورُ الصدر کے چھ مشائخ ہیں:

(۱) شیخ عبدربہ بن محمد السجاعیؒ (۲) شیخ احمد الاسقاطیؒ (۳) شیخ یوسف افندی زادہؒ (۴) شیخ احمد البقریؒ (۵) شیخ محمد الازبکاویؒ (۶) شیخ عبداللہ الشماظیؒ المغربی۔

شیخ الاجہوریؒ کے مذکورہ مشائخ کی سندیں اِس طرح ہیں:

(۱) شیخ عبدربہ السجاعیؒ نے شیخ احمد البقریؒ سے پڑھا

(۲) شیخ احمد الاسقاطیؒ نے شیخ ابوالنور الدمیاطیؒ سے، اِنھوں نے شیخ احمد البنّاؒ (صاحب اتحاف) سے، اِنھوں نے دو شیخ سے پڑھا:

(اول) شیخ علی بن علی الشّبراملّسیؒ سے، اِنھوں نے شیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ سے۔

(ثانی) شیخ سلطان بن احمد المزّاحیؒ سے، اِنھوں نے شیخ سیف الدین الفھائیؒ سے، اِنھوں نے احمد بن عبدالحق السنباطیؒ سے پڑھا۔

(۳) شیخ یوسف افندی زادہؒ نے شیخ علی بن سلیمان بن عبداللہ المنصوریؒ سے، اِنھوں نے شیخ سلطان بن احمد المزّاحیؒ سے، اِنھوں نے شیخ سیف الدین الفھائیؒ مذکور سے، اِنھوں نے احمد بن عبدالحق السنباطیؒ سے پڑھا۔

(۴) شیخ احمد البقریؒ نے شیخ محمد البقریؒ سے، اِنھوں نے شیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ سے پڑھا۔

(۵) شیخ محمد الازبکاویؒ نے شیخ محمد البقریؒ مذکور سے، اِنھوں نے شیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ سے پڑھا۔

(۶) شیخ عبداللہ الشماظیؒ نے چند مشائخ سے پڑھا، من جُملہ اُن کے شیخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالخالق الشماطیؒ ہیں، جن کی سند شیخ الاسلام عبداللہ الہبطیؒ سے مُتصِل ہے، اور شیخ عبداللہ الہبطی کی سند امام ابوعَمر والدانیؒ سے متصل ہے۔

شیخ سید ابراہیم العبیدیؒ کے دوسرے شیخ علی البدریؒ ہیں، اِن کے پانچ شیوخ ہیں:

(۱) شیخ احمد الاسقاطیؒ (۲) شیخ یوسف افندی زادہؒ (۳) شیخ محمد الازبکاویؒ (۴) شیخ عبداللہ الشماطیؒ المغربی۔

اِن چاروں شیوخ کی سندیں اوپر ذکر کی جاچکی ہیں۔

(۵) شیخ محفوظؒ، یہ شیخ علی البدریؒ کے پانچویں شیخ ہیں، اِن کی سند اِس طرح ہے:

شیخ محفوظؒ نے شیخ الرمیلیؒ سے، اِنھوں نے شیخ محمد البقریؒ سے، اِنھوں نے شیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ سے پڑھا۔

شیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ کی سند شیخ علامہ احمد بن محمد البنّاؒ اپنی کتاب ''اتحاف فضلاء البشر'' میں اِس طرح بیان کرتے ہیں:

شیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ نے اپنے والد شیخ شحاذہ الیمنیؒ اور شیخ احمد بن عبدالحق السنباطیؒ سے پڑھا، اور شیخ السنباطیؒ نے شیخ شحاذہؒ مذکور سے پڑھا، اور شیخ شحاذہؒ نے شیخ ابوالنصر الطبلاویؒ سے، اور اِنھوں نے شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ سے، اور اِنھوں نے دو شیخ: (۱) شیخ احمد بن بکر بن یوسف القلقیلیؒ اور (۲) شیخ رضوان ابونعیم العُقبیؒ سے پڑھا، اور اِن دونوں نے امام القراء والمحدثین ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزریؒ سے پڑھا۔ وأسانیده مذكورة في نشره.

(۴) حضرت قاری صاحبؒ کی قراءاتِ عشرہ کی سند من طریق طیبۃ النشر

حضرتؒ نے قراءاتِ عشرہ کو اِس طریق پر شیخ محمد غازیؒ سے گولڑہ پنجاب میں پڑھا، اِنھوں نے شیخ محمد بن احمد المکیؒ سے اَخذ کیا، اور اِنھوں نے مشائخِ اَجلّہ سے اَخذ کیا، مِن جُملہ اُن کے ابوعبداللہ الشیخ الاستاذ السید محمد بن علی السمانی التونسی المالکیؒ سے اَخذ کیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنھوں نے اپنے شیخ البہام المقری ابوالعباس الشیخ احمد بن محمد الماطری الحنفیؒ سے اَخذ کیا، اِنھوں نے اپنے شیخ العالم شیخ القراء بتونس ابوعبداللہ محمد بن محمد السماریؒ سے اخذ کیا، اِنھوں نے اپنے شیخ الفاضل ابوالعباس سیدی احمد السنانؒ سے اَخذ کیا۔ (أَمْطَرَ اللّٰهُ عَلٰى تُرْبَتِهِ سُحُبَ الرِّضْوَانِ وَجَمَعَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فِي أَعْلٰى فَرَادِيسِ الْجِنَانِ) اِنھوں نے اپنے شیخ العالم الدراکہ ابومحمد سیدی حمودہ بن ادریس الشریف الحسینیؒ سے اَخذ کیا، اِنھوں نے اپنے شیخ سیدی محمد الحرفائیؒ البصیر الصفاقسی (نزیل بتونس، آپ نے ۱۱۵۴ھ میں وفات پائی) سے اَخذ کیا، اِنھوں نے اپنے شیخ محمد الافرانیؒ سے اخذ کیا، اِنھوں نے اپنے شیخ المقری للانس والجان شیخ سیدی سلطان بن احمد المزاحی المصریؒ سے اَخذ کیا، اور شیخ سلطان مذکور نے الشیخ الکبیر شمس الدین البصیر سے اَخذ کیا، اور اِنھوں نے الشیخ شحاذہ الیمنیؒ سے اَخذ کیا، اور اِنھوں نے شیخ ابوالنصر الطبلاویؒ سے اَخذ کیا، اور اِنھوں نے شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ سے اَخذ کیا، اور شیخ الاسلام المذکور نے شیخ رضوان العقبیؒ سے اَخذ کیا، اور شیخ العقبیؒ المذکور نے محرر فن ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد علی بن یوسف الجزریؒ سے اخذ کیا۔ (وسنده مذكورٌ ومشهورٌ في كتابه "النشر"، وهوالمتصل إلى النبي الصادق الأمين ﷺ عن جبرئيل عن اللوح المحفوظ عن الباري تعالىٰ عزاسمه)

واضح رہے کہ اِن سندوں کو پوری تحقیق کے بعد درج کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کی تالیفات

حضرت نے دو کتابیں تالیف فرمائی ہیں: (۱) فوائد مکیہ (۲) افضل الدُّرَر شرح عقیلۃ، فی الرسم لابی القاسم الشاطبی۔ ''افضل الدرر'' عقیلہ کی بے نظیر شرح ہے، اِس شرح کے بارے میں حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مہاجر مدنیؒ اپنی کتاب ''اَسہل الموارد'' شرح عقیلہ میں تحریر فرماتے ہیں: افضل الدرر مُصنّفہ شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ثم الہ آبادیؒ کی یہ نہایت مُحقّقانہ اور جامع شرح ہے، دل بار بار کہتا ہے کہ: حضرت مصنف کے لیے جس قدر بھی دعائیں کی جائیں تھوڑی ہیں۔ حق یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے مشکل قصیدے کا اِس طرح حل کر دینا کہ مجھ جیسا ناواقف بھی آسانی سے مطلب سمجھ لے، آپ ہی کا حصہ تھا۔ فَجَزاهُ اللّٰه أحسَنَ الجَزاءِ وَبَلغَهُ أعلىٰ مَنَازِلَ القُربِ. انتہیٰ

حضرت کی دوسری تالیف ''فوائد مکیہ'' ہے، حضرت کی یہ کتاب بھی بہت جامع ہے جو حفص کی روایت میں تجوید ووقف کے قواعد اور رسمِ عثمانی اور خوش آوازی کے فوائد پر مشتمل ہے۔ حفص کے دو طریق بہت مشہور ہیں: (۱) عُبید بن صَباح (۲) عَمرو بن صَباح۔ ''طیبۃ النشر'' میں یہ دونوں طریق مذکور ہیں؛ لیکن ''حرز الامانی'' یعنی شاطبیہ میں صرف عُبید بن صباح کے طریق سے ماخوذ ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے عبید بن صباح کے طریق کو جو شاطبیہ میں ماخوذ ہے مکمل طور پر درج فرمایا ہے، اور عمرو بن صباح کے بعض بعض طریق کو ذکر فرمایا ہے۔

اِس کتاب کو بے اِنتہا مقبولیت حاصل ہوئی، برِصغیر کا شاید ہی کوئی ایسا مدرسہ اور دارالعلوم ہوگا جس نے اپنے نصابِ تعلیم میں اِس کتاب کو داخل نہ کیا ہو، الحمد للہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں بھی قدیم زمانے سے یہ کتاب تجوید کے نصاب میں داخلِ درس ہے، اور خاکسار کا اِسی جامعہ میں اِس کتاب کو ۳۰ر سال سے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے۔ دورانِ تدریس مَیں نے اپنے تلامذہ کے سامنے خواہش ظاہر کی کہ، اِس کتاب کو ایسی ترتیب سے چھپوائی جائے کہ طلبہ اگر اِس کتاب سے قواعد کو ضبط کرنا چاہیں تو ضبط کرنا آسان ہو جائے؛ چناں چہ میری اِس بات پر عزیزی مولوی قاری رضوان صاحب سلمہٗ پالنپوری مدرِّسِ تجوید جامعہ اسلامیہ ڈابھیل نے توجُّہ دی، اور خاکسار کے منشا کے مطابق کتاب کی عبارت ترتیب دی اور اُس پر عنوانات بھی قائم کیے۔ بہت سے عُلما وقُرا نے اِس کتاب پر حواشی لکھے ہیں، جن میں بعض مختصر اور بعض مُطوّل ہیں جو مؤلِّفِ کتاب کے منشاء کو ظاہر کرنے میں بھی مختلف ہیں، اور اِتنے حواشی لکھے جاچکے ہیں کہ مزید حاشیوں کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی؛ تاہم عزیز موصوف نے بعض وضاحت طلب مواقع میں کہیں کہیں اُن حاشیوں پر اِضافہ کیا ہے۔ اور انھوں نے اِس کتاب میں حضرت قاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبّ الدین صاحبؒ ہی کے حاشیہ کو دَرج کیا ہے، اور عزیز موصوف نے اِن تمام اِضافہ شدہ حاشیوں کو میری نظروں سے بھی گزارا، مَیں نے اُس پر مناسب ترمیم وتنسیخ بھی کیے، عزیز سلمہٗ نے بڑی محنت سے اِس کام کو انجام دیا ہے، ہمیں اِس سے دلی مَسرّت حاصل ہوئی۔ اُمید ہے کہ طلبۂ عزیز کو اِستفادہ کرنے میں کافی سَہولت حاصل ہوگی۔

عزیزی قاری رضوان صاحب سلمہٗ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہی میں مکمل قرآنِ کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی، تکمیلِ حفظ کے بعد دوسال دارالعلوم اِمدادیہ چونا بھٹی بمبئی میں اردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کی، اور پھر جامعہ ڈابھیل میں داخل ہوکر ابتدائے عربی سے دورۂ حدیث تک کی کتابوں کے ساتھ ساتھ مکمل تجوید وقرأتِ سبعہ وثلاثہ کی تکمیل کی، دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد مدرسہ ''نورالاسلام'' دَمن کے شعبۂ تجوید میں ایک سال تک خدمت انجام دی، اور پھر جامعہ کے شعبۂ تجوید میں مُعینُ المدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا، اُسی زمانے میں عزیز سلمہٗ نے قراءاتِ عشرہ من طریق طیبۃ النشر کی تکمیل کی، پھر اِسی شعبے میں مستقل مدرِّس کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا، اور تاہنوز اِسی شعبے میں بڑی دِل جمعی کے ساتھ کام کررہے ہیں۔ عزیز موصوف کو فنِ تجوید وقرأت کے ساتھ اِشتِغال وانہماک مستقبل میں اُمید اَفزا اور اِس فن میں ترقی کی جھلک نظر آتی ہے، مزاج کے اِعتبار سے سعادت مند، اَساتذہ کا ادب واحترام اور اپنے مُعاصرین کے ساتھ اخلاقِ حسنہ سے پیش آتے ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اِس کاوش کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے، اور مُستفِدینِ تجوید کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین

احمد اللہ قاسمی

یکم شعبان ۱۴۲۶ھ، ۶ ستمبر ۲۰۰۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمۃ الکتاب(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ؛ وَالصَّلَاةُ والسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وذُرِّيَّاتِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

تجوید کا حکم: جاننا چاہیے کہ، قرآنِ مجید کو قواعدِ تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری(۲) ہے، اگر تجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطاوار(۳) کہلائے گا۔

لحن جلی اور اس کا حکم: پھر اگر ایسی غلطی ہوئی کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا(۴)، یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا گیا(۵)، یا حرکات

---

(۱) وہ مضامینِ ضروریہ جو کتاب کے مُتعلِّقات سے ہوں اور بصیرت وآسانی کے لیے مقصود سے پہلے بیان کیے جاویں، اُن کو"مقدمۃ الکتاب" کہتے ہیں۔ اور یہ مقدمہ عام اور شامل ہے خاص مقدمۃ العلم کو بھی، جس میں علم کی تعریف، موضوع، غایت بیان کی جاوے۔ احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ، مدرسِ مدرسہ سبحانیہ، الٰہ آباد۔

(۲) سب سے پہلے تجوید کا حکم بیان فرمایا، چناں چہ علامہ جزریؒ (المقدمۃ، باب معرفۃ التجوید، ش/امیں) فرماتے ہیں:"وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ" یعنی: تجوید کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے، جو بمعنی واجب ہے۔ کما قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾۔ ابن ضیاء عفی عنہ۔

(۳) تجوید کا حکم بیان کرنے کے بعد اس کی وعید بیان فرمائی، جیسا کہ علامہ جزریؒ (المقدمہ، باب معرفۃ التجوید ش/ا کے دوسرے مصرعہ میں) فرماتے ہیں:"مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ" یعنی: جو شخص قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہگار ہے۔ ابن ضیاء۔

(۴) تبدیلِ حرف، خواہ تبدیلِ مخرج کی وجہ سے ہو یا تبدیلِ صفت کی وجہ سے ہو، مثلاً: قاف کی جگہ کاف، یا صاد کی جگہ سین، جیسے:"قُلْ اَعُوْذُ" کے بجائے"كُلْ اَعُوْذُ"، "عَصٰى اٰدَمُ" کے ←

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں غلطی کی (۱)، یا ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا (۲) تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔

لحن خفی اور اس کا حکم: اور اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے، صرف بعض صفات جو تحسینِ حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ممیّزہ (۳) ہیں، یہ اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے۔

پہلی قسم کی غلطیوں کو لحنِ جلی، (۴) اور دوسری قسم کی غلطیوں کو لحنِ

↩ بجائے "غسی اذمُ" پڑھنا (از: تعلیقات)۔ محمد رضوان

(۵) مثلاً: "ضَرَبَ لَکُمْ" کی جگہ "ضَرَبْنَا لَکُمْ"، "وَلَاتَقْرَبَا هٰذِهِ" کی جگہ "وَلَاتَقْرَبْ هٰذِهِ" پڑھ دینا۔ (از: تعلیقات) محمد رضوان

(۱) مثلاً: "وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاهِیْمَ رَبُّهٗ" میں بجائے فتحۂ میم کے ضمہ، اور بجائے ضمۂ باء کے فتحہ پڑھ دینا، جیسے: "وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاهِیْمُ رَبَّهٗ" (از: تعلیقات)۔ محمد رضوان

(۲) مثلاً: "وَضَرَبْنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ" کی جگہ "وَضَرَبَنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ" اور "اَنْشَاْنٰهَا" کی جگہ "اَنْشَاَنٰهَا"۔ از: محمد رضوان

(۳) اس سے مراد صفاتِ لازمہ غیر ممیّزہ ہیں، مثل غین وخاء کی صفتِ استعلا کے، یا طاء وظاء کی صفتِ اطباق وغیرہ کے، جیسا کہ عطفِ تفسیری کے ساتھ خود بیان فرمایا کہ: ''اور غیر ممیّزہ ہیں'' باقی صفت عارضہ کی قسم غیر ممیّزہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری۔ واللّٰہ أعلم بالصواب. احقر ابن ضیاء

نوٹ: غیر ممیّزہ سے صفات لازمہ غیر ممیّزہ مراد ہیں، یہ رائے صاحبِ حواشیٔ مرضیہ کی ہے، اور صاحبِ ''تعلیقات مالکیہ''، صاحبِ ''لمعات شمسیہ'' اور صاحبِ ''تحفۂ مرضیہ'' کا رجحان یہ ہے کہ، غیر ممیّزہ سے صفات عارضہ مراد ہیں۔ اور صاحبِ ''توضیحات مرضیہ'' وصاحبِ ''حواشی حسنیہ'' لکھتے ہیں کہ: غیر ممیّزہ سے صفاتِ لازمہ غیر ممیّزہ وصفاتِ عارضہ دونوں مراد ہو سکتی ہیں۔ واللہ أعلم بالصواب. محمد رضوان

(۴) یعنی جب کہ وضعِ کلمہ مہمل ہو جاوے، یا وضعِ کلمہ میں فرق ہو جاوے، چاہے معنی بدلیں یا نہ بدلیں، اس قسم کی صریح اور ظاہر غلطیاں ہیں، اس وجہ سے ان کو ''لحنِ جلی'' کہتے ہیں۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خفی(۱) کہتے ہیں۔

تجوید کی تعریف، موضوع اور غایت: تجوید(۲) کے معنیٰ ہر حرف کو اپنے مخرج (۳) سے مع جمیع صفات (۴) کے ادا کرنا۔ اِس کا موضوع: (۵) حروفِ تہجی؛ اور غایت: (۶) تصحیح حروف ہے۔

---

(۱) یعنی صفاتِ غیر ممیزہ یا صفاتِ عارضہ نہ ادا ہوں، اِس قسم کی غلطیوں کو بوجہ عدم واقفیت غیر مُجوِّد نہیں سمجھ سکتے، اِس وجہ سے ان کو ''لحنِ خفی'' کہتے ہیں؛ لیکن لحن خفی کو چھوٹی اور خفیف غلطی سمجھ کر اِس کی طرف سے لاپرواہی کرنا بڑی غلطی ہے۔ ابن ضیاء

(۲) تجوید ایسے علم کا نام ہے جس کی رعایت سے قرآن شریف موافقِ نزول کے پڑھا جاسکے؛ کیوں کہ قرآن مجید تجوید ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے، جیسا کہ علامہ جزریؒ (المقدمۃ، باب معرفۃ التجوید، ش/۲ میں) فرماتے ہیں:

لِأَنَّــهُ بِــهِ الإِلَــهُ أَنْـزَلَا	وَهٰــكَـذَا مِـنْـهُ إِلَيْنَـا وَصَلَا

پس قرآن مجید کو بلا رعایتِ تجوید پڑھنا ایک قسم کی تحریف ہے جو جائز نہیں۔ ابن ضیاء عفی عنہ

(۳) جس جگہ سے صحیح حرف نکلتا ہے اُس کو ''مخرج'' کہتے ہیں۔ ابن ضیاء

(۴) جس جس انداز سے حرف صحیح نکلتا ہے اُس کو ''صفت'' کہتے ہیں، اور ''صفات'' جمع صفت کی ہے۔ جمع کے ساتھ اِس لیے بیان کیا کہ، ایک ایک حرف میں کئی کئی صفتیں پائی جاتی ہیں، مثلاً: ''راء'' میں جہر، توسط، اِستفال، اِنفتاح، تکریر؛ پانچ صفات پائے گئے، جیسا کہ صفات کے بیان اور نقشے سے معلوم ہوگا۔ ابن ضیاء

(۵) جس کے حالات کسی علم میں بیان کیے جاویں وہ اُس علم کا موضوع ہوگا، مثلاً: علمِ تجوید میں حرف کے مخارج اور صفات سے بحث کی جاتی ہے، تو اُس وقت حروفِ تہجی علمِ تجوید کا موضوع کہا جاوے گا۔ ابن ضیاء

(۶) کسی کام کے کرنے پر جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے اُس کو ''غایت'' کہتے ہیں، مثلاً: تجوید کے ساتھ پڑھنے سے تصحیحِ کلام اللہ ہوگی؛ لہٰذا یہ غایتِ تجوید کہی جائے گی؛ اور اگر اِس تصحیح سے غرض ثواب ہو تو اِن شاء اللہ تعالیٰ ثواب بھی ملے گا۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لهجه کا حکم: اور خوش آوازی سے پڑھنا امرِ زائد(۱) مستحسن ہے اگر قواعدِ تجوید کے خلاف نہ ہو؛ ورنہ مکروہ اگر لحنِ خفی لازم آئے؛ اور اگر لحنِ جلی لازم آئے تو حرام، ممنوع ہے۔ پڑھنا اور سننا دونوں (۲) کا ایک حکم ہے۔

پہلا باب (۳)

پہلی فصل (۴): استعاذہ (۵) اور بسملہ (۶) کے بیان میں

استعاذہ کا محل و حکم: قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے

---

(۱) یعنی خوش آوازی تجوید کے قواعد اور حکم وغیرہ سے خارج ہے، اگرچہ امر مستحسن ہے، جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ" (معلم التجوید ص ۲۳۹/ بحوالہ مسند احمد وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی) یعنی: اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو، چوں کہ بہت سے لوگوں نے خوش آوازی کو تجوید کا موقوف علیہ قرار دے رکھا ہے، یہاں تک کہ تجوید حاصل نہیں کرتے کہ ہماری آواز اچھی نہیں، یا جن لوگوں میں فطرتاً خوش آوازی نہیں ہے اُن کو باوجود صحیح پڑھنے کے مطعون کرتے ہیں، یا بعض لہجے ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور تجوید کا خیال نہیں کرتے؛ اِس لیے فرمایا کہ: خوش آوازی سے پڑھنا امرِ زائد مستحسن ہے، وہ بھی اِس شرط کے ساتھ جب کہ لحنِ جلی لازم نہ آوے؛ ورنہ حرام ہے، اور اگر لہجے کی بدولت لحنِ خفی لازم آئے تو مکروہ ہے۔ کما ذکر شیخنا المصنفؒ. ابن ضیاء

(۲) یعنی جس طرح لحنِ جلی کے ساتھ پڑھنا حرام ہے اِسی طرح لحن جلی کا سننا بھی حرام ہے، اور جس طرح لحن خفی کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اِسی طرح اُس کا سننا بھی مکروہ ہے؛ بہر حال فعلِ ناجائز اور قبیح سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ ابن ضیاء

نوٹ: یاد رہے کہ اگر سننے والے صحیح، غلط کی تمیز رکھتے ہوں تو تالی وسامع حکماً مشترک ہیں؛ الا یہ کہ اُس پر تنبیہ کرے یا دل سے بُرا جانے۔ (از: فتح الرحمٰن شرح خلاصۃ البیان) محمد رضوان

(۳) جس میں مختلف قسم کے عام مضامین مذکور ہوں، اُس کو باب کہتے ہیں۔ ابن ضیاء

(۴) جب ایک بیان کو دوسرے بیان سے جدا کرنا ہوتا ہے تو اُس کو "فصل" کہتے ہیں، اِس میں ایک خاص قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِستعاذہ ضروری (۱) ہے۔

الفاظ استعاذہ: اور الفاظ اِس کے یہ ہیں: "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" گو اَور طرح سے بھی ثابت ہے (۲)؛ مگر بہتر یہ ہے کہ اِنھیں الفاظ (۳) سے اِستعاذہ کیا جائے۔

حکم بسملہ: اور جب سورۃ شروع کی جائے تو "بِسْمِ اللّٰهِ" کا پڑھنا بھی نہایت ضروری (۴) ہے، سِوائے سورۂ "بَرَاءَۃ" (۵) کے، اور اَوساط

---

(۵) جن کلمات کے ذریعے شیطان سے پناہ مانگی جائے، اُس کو اِستعاذہ کہتے ہیں، اِس کا نام "تعوّذ" بھی ہے، یعنی: "أعوذُ باللّٰہ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجيمِ" پڑھنا۔ ابن ضیاء

(۶) اِس کے معنیٰ ہیں: "بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰن الرَّحِيم" پڑھنا۔ ابن ضیاء

(۱) چوں کہ ابتدائے قراءت مُہتم بالشان ہے اس وجہ سے لفظ "ضروری" فرمایا، یہاں "ضروری" بمعنیٰ واجب نہیں؛ کیوں کہ ائمۂ احناف کے نزدیک استعاذہ مستحب ہے، جیسا کہ ملا علی قاریؒ (شرح شاطبیہ ص/۳۳ پر) فرماتے ہیں: "وَالصَّحِيحُ أَنَّهَا مُستَحَبَّةٌ بِقَرِينَةِ الشَّرْطِ؛ فَإِنَّ الْمَشْرُوطَ غَيْرُ وَاجِبٍ"۔ ابن ضیاء

(۲) جیسا کہ "طیبہ" (باب الاستعاذہ ش/۲) میں علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

وَإِنْ تُغَيِّرْ أَوْ تَزِدْ لَفْظًا فَلا	تَعُدُ الَّذِي قَدْ صَحَّ مِمَّا نُقِلا

یعنی: اگر الفاظِ استعاذہ متغیر کردیے جائیں یا الفاظِ استعاذہ زیادہ کیے جاویں، تو ثبوتِ نقل سے نہ متجاوز ہوں۔ متغیر کی مثال: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ"، اور زیادتی کی مثال: "أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ العَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ"۔ ابن ضیاء

(۳) جیسا کہ علامہ دانیؒ (التیسیر، باب ذکر الاستعاذہ ص/۲۶ پر) فرماتے ہیں: اعلم! أن المستعملَ عند القراءِ الحُذّاقِ من أهلِ الأداءِ في لفظها: "أعوذُ باللّٰہ من الشیطن الرجیم" دون غیرہ۔ یعنی: ماہرین قراء کے نزدیک الفاظِ استعاذہ "أعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم" ہی مختار ہیں۔ ابن ضیاء

(۴) عن ابن خزیمۃ أنّ رسول اللہ ﷺ قرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم في أول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاتحة في الصّلاة وعدّها اية، وأيضاً فهي اية مستقلة منها في إحدى الحروف السبعة المتفق على تواترها، وعليه ثلثة من القراء السبعة: ابن كثير وعاصم والكسائي، فيعتقدونها اية منها؛ بل ومن القران أول كل سورة. (من الاتحاف في القرآت الأربعة عشر ۱: ۳۵۸، ۳۵۹)

وقيل: اية تامة من كل سورة، وهو قول ابن عباس وابن عمر و سعيد بن جبير والزهري وعطاء وعبدالله بن المبارك، وعليه قراء مكة والكوفة وفقهاؤها، وهو القول الجديد للشافعي. (من منار الهدىٰ في الوقف والابتداء، مطلب البسمله ص: ۶۹) والحاصل أن التاركين أخذوا بالحال الأول، والمبسملين أخذوا بالأخير المعول، ولايخفىٰ قوة دليل المبسملين، لاسيما مع كتابة البسملة في أول كل سورة إجماعاً من الصّحابة. (من شرح الشاطبية ص: ۳۵ لملاعلى قاري) ثم المبسملون بعضهم عدها اية من كل سورة سوىٰ براءة، وهم غير قالون. (من كنز المعاني شرح حرز الأماني للإمام أبي عبدالله الموصلي المعروف بشعله ص: ۴۴) قال السخاوي تلميذ الشاطبي: واتفق القراء عليها في أول الفاتحة، فإن ابن كثير وعاصم والكسائي يعتقدونها اية منها ومن كل سورة. (النشر ۱: ۲۷۱) والصواب أن كلا من القولين حق، وأنها اية من القران في بعض القرآت وهي قراءة الذين يفصلون بها بين السورتين، وليست اية في قراءة من لم يفصل بها"۔ از مؤلف۔

ترجمہ: ابنِ خزیمہ سے مروی ہے کہ، تحقیق رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو الحمد کے شروع میں نماز کے اندر، اور اِس کو ایک آیت بھی شمار کیا، پس معلوم ہوا کہ یہ ایک مستقل آیت ہے بعض قرائے سبعہ کے نزدیک، جن کے تواتر پر اتّفاق ہے، اور قرائے سبعہ میں سے تین قاری: ابن کثیرؒ اور عاصمؒ اور کسائیؒ اسی پر ہیں، اور یہ تینوں اِس کے الحمد سے ایک آیت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں؛ بلکہ قرآن شریف کی ہر سورۃ کے شروع کی ایک آیت مانتے ہیں۔ (اتحاف) اور کہا گیا ہے کہ: ایک آیت تامہ ہے ہر سورۃ سے، یہ ابن عباس اور ابن عمر اور سعید ابن جبیر اور زہری اور عطاء اور عبد اللہ ابن المبارک ﷺ کا قول ہے، اور اِسی قول پر قرائے مکہ اور کوفہ اور وہاں کے فقہا ہیں، اور امام شافعیؒ کا قولِ جدید یہی ہے۔ (منارُ الہدیٰ فی الوقف والابتداء) حاصل یہ ہے کہ، بسم اللہ نہ پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے شروع زمانے پر، اور پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے اخیر زمانے پر جو معتمد ہے، اور بسم اللہ پڑھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اجزاء (١) میں اختیار ہے: چاہے "بِسْمِ اللّٰه" پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔

شروع قراءت شروع سورۃ،شروع قراءت وسط سورۃ:

"أَعُوذُ" اور "بِسْمِ اللّٰه" پڑھنے میں چار صورتیں (٢) ہیں: [١] فصلِ کل

⬅ والوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں، خاص کر جب کہ بسم اللہ ہر سورۃ کے شروع میں اجماعِ صحابہ سے لکھی گئی ہے۔ (شرح شاطبیہ لملا علی قاریؒ) پھر بسم اللہ پڑھنے والے بعض اُس کو ہر سورۃ سے سوائے سورۂ براءۃ کے ایک آیت شمار کرتے ہیں، اور وہ بعض علاوہ قالونؒ کے ہیں۔ (کنز المعانی شرح حرز الامانی) سخاوی -شاگردِ امام شاطبیؒ- فرماتے ہیں کہ: قراء نے اِس کے جزوِ فاتحہ ہونے پر اتفاق کیا ہے، مثل ابن کثیرؒ اور عاصمؒ اور کسائیؒ، اِس کو سورۂ فاتحہ اور ہر سورۃ سے جزو جانتے ہیں۔ (نشر) اور صواب یہ ہے کہ دونوں قول حق ہیں، اور وہ آیتِ قرآن سے ہے بعض قراءات میں، اور وہ قراءت اُن لوگوں کی ہے جو درمیان دو سورتوں کے بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں، اور جو لوگ اِس سے فصل نہیں کرتے اُن کی قرأت میں یہ آیت نہیں۔ (نشر)

(٥) سورۂ براءت کے شروع میں بالاتفاق ترکِ بسملہ ہے، چاہے ابتدائے قراءت ہو یا درمیانِ قراءت ہو؛ اِس لیے کہ بسم اللہ آیتِ رحمت ہے اور ابتدائے براءۃ آیتِ غضب ہے، جیسا کہ علامہ شاطبیؒ (حرز الامانی، باب البسملہ ص/٦ میں) فرماتے ہیں:

وَمَهْمَا تَصِلْهَا أَوْ بَدَأْتَ بَرَاءَةً	لِتَنْزِيلِهَا بِالسَّيْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلَا

یعنی: جب کسی سورۃ سے وصل کیا جاوے سورۂ براءۃ کا، یا ابتدا کی جاوے سورۂ براءۃ سے، تو بسبب نازل ہونے براءۃ کے ساتھ قہر کے بسم اللہ نہیں ثابت۔ پس مناسب نہیں کہ آیتِ رحمت کو آیتِ غضب کے ساتھ جمع کیا جاوے۔ ابن ضیاء

(١) یعنی: سورۃ کے درمیان سے شروع کرنے میں بسم اللہ کے بارے میں اختیار ہے، اگرچہ سورۂ براءۃ ہو۔ ابن ضیاء

(٢) یعنی ابتدائے قرأت ابتدائے سورۃ سے ہو تو استعاذہ اور بسملہ کے وصل وفصل کے لحاظ سے چار وجہیں ہیں، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہیں؛ لیکن استعاذہ کا بسملہ اور قرآن سے فصل بہتر ہے، جیسا کہ "منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء" (مطلب الاستعاذہ ص/٦٧) میں ہے: اعلم! أنّ الاستعاذة يستحبّ قطعها من التسمية ومن أول السورة؛ لأنها ليست من القرآن. اور اگر سورۂ براءۃ ⬅

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۲] وصلِ کل [۳] فصلِ اوّل وصلِ ثانی [۴] وصلِ اوّل فصلِ ثانی۔

وسط قراءت شروع سورة: جب ایک سورۃ کو ختم کر کے دوسری سورۃ (۱) شروع کریں تو تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت جائز نہیں، یعنی: فصلِ کل، اور وصلِ کل، اور فصل اوّل وصل ثانی جائز ہے، اور وصلِ اول فصلِ ثانی جائز نہیں (۲)۔

فائدہ ۱): امام عاصمؒ کے نزدیک جن کی روایتِ حفص (۳) تمام

⊃ سے قرأت شروع کی جائے تو استعاذہ کا وصل اور فصل دونوں جائز ہے، جیسا کہ "اتحاف" (باب الاستعاذہ ۱/۱۰۸) میں ہے: ویجوز الوقف علی التعوذ ووصله بمابعده، بسملة کان أو غیرها من القرآن، انتهی. ابن ضیاء

(۱) یعنی: درمیانِ قرأت شروع سورۃ میں تین ہی وجہیں جائز ہیں، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔ اور اگر ابتدائے قرأت درمیان سورۃ سے ہو تو بسم اللہ پڑھنے کی صورت میں چاروں وجہیں جائز ہیں؛ لیکن شروع میں شیطان کا نام ہو تو وصل جائز نہیں، مثل: "اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ"، اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جاوے تو استعاذہ کا وصل اور فصل دونوں جائز ہیں؛ لیکن شروع میں اللہ پاک کا کوئی نام ہو تو استعاذہ کا وصل نہ کرے، مثل: "اللّٰه، هواللّٰه، الرحمن" وغیرہ۔ ابن ضیاء

(۲) کیوں کہ بسم اللہ کو شروع سورۃ سے تعلّق ہے، اس وجہ سے بسم اللہ کا وصل ختم سورۃ سے اور فصل شروع سورۃ سے جائز نہیں، جیسا کہ علامہ شاطبیؒ (حرز الامانی، باب البسملہ ش ۸/) میں فرماتے ہیں:

وَمَهْمَا تَصِلْهَا مَعْ أَوَاخِرِ سُوْرَةٍ	فَلَا تَقِفَنَّ الدَّهْرَ فِيْهَا فَتَثْقُلَا

یعنی: جب کہ بسم اللہ کا ختم سورۃ سے وصل کیا جاوے، تو نہ وقف کر اُس وقت بسم اللہ پر؛ تا کہ دشواری میں پڑے؛ کیوں کہ بسببِ فصل کے بسم اللہ کا شروع سورۃ میں نہ پڑھنا لازم آئے گا۔ ابن ضیاء

(۳) اِس وجہ سے کہ امام اعظمؒ علم قرأت میں امام عاصم صاحبؒ کے شاگرد ہیں، لہٰذا موافقت قرأت وروایت کے احناف قرأت امام عاصم صاحبؒ کی اور روایت حفصؒ کی پڑھتے ہیں، اور چوں کہ روایتِ حفصؒ بھی قرأت سبعہ متواترہ میں سے ایک قرأت ہے، اور اُس کے موافق قرآن شریف میں نقطے اور اعراب وغیرہ لگے ہیں، اِس سہولت کی وجہ سے شوافع وغیرہ بھی انھیں کی قرأت پڑھتے ہیں۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں میں پڑھی جاتی ہے، اِن کے یہاں بسم اللہ ہر سورۃ کا جز ہے، تو اِس لحاظ سے جس سورۃ کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا تو وہ سورۃ امام عاصم کے نزدیک ناقص ہوگی۔ ایسے ہی اگر سارا قرآن پڑھا جائے تو جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اُتنی آیتیں قرآن شریف میں ناقص (۱) ہوں گی (۲)۔

فائدہ ۲): اگر درمیانِ قراءت کے کوئی کلامِ اجنبی (۳) ہو گیا گو کہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو، تو پھر استعاذہ کو دوہرانا چاہیے۔

---

(۱) مگر یہ امر ظاہر ہے کہ، بسم اللہ کا جز ء ہر سورۃ ہونا امرِ قطعی نہیں؛ کیوں کہ مجتہدین وفقہاء کا اختلاف ہے: احناف جزءِ قرآن کے قائل ہیں اور شوافع جزءِ ہر سورۃ کے قائل، ایسے ہی ابن کثیر، عاصم، کسائی کی طرف نسبت اعتقادِ جزءِ ہر سورۃ کا ہونا امرِ ظنی ہے، قطعی نہیں؛ کیوں کہ کتبِ تفسیر اور قرأت کی کتابوں میں جن کے مؤلف شافعی المذہب ہیں، اُن کا قول ہے کہ: یہ قراء جزءِ ہر سورۃ کے قائل ہیں، اور اِن قراء سے روایتِ اعتقادِ جزئیت ہر سورۃ کی نظر سے نہیں گزری؛ البتہ بسم اللہ کی روایت اِن قراء سے قطعی ہے، اور اعتقادِ جزئیت یہ مسئلہ فقہی ہے، علم قرأت سے اِس کو تعلق نہیں۔ از: مؤلف

(۲) کتب قرأت میں جو مسائل بیان کیے جاتے ہیں وہ تلاوت سے متعلق ہیں؛ لہٰذا تلاوت میں روایتِ حفصؒ کی پابندی ضروری ہے، اور تراویح وغیرہ کے مسائل فقہ سے متعلق ہیں؛ لہٰذا حنفیوں کو تراویح وغیرہ کے بارے میں امام اعظم صاحبؒ کی تقلید واجب ہے؛ چوں کہ احناف کے نزدیک آیت "اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کے علاوہ بسم اللہ ہر سورۃ کے شروع کا جز نہیں ہے، صرف قرآن کا جز ء ہے؛ لہٰذا قرآن بھر میں ایک جگہ کہیں بھی تراویح میں پڑھ لینے سے قرآن مجید پورا ہو جائے گا، اُس وقت روایت حفصؒ کے موافق تکمیلِ قرآن کے مکلف نہیں ہیں، پس عدمِ تقلید اور تخلیطِ قرأت دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ ابن ضیاء عفی عنہ

(۳) یعنی متعلقاتِ قرآن سے کوئی بات نہ ہوئی ہو؛ اِس لیے کہ غیر متعلقاتِ قرآن منافیٔ قرأت ہے، پس اگر بلا وجہ قرأت میں سکوت بھی پایا گیا تو استعاذہ پھر کرنا چاہیے؛ کیوں کہ اِعراض عن القراءت لازم آئے گا اگر چہ ارادہ پھر پڑھنے کا ہو، ہاں! اگر افہام اور تفہیم معنیٰ کی غرض سے سکوت ہو تو استعاذہ دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ پڑھتے پڑھتے وقت سے زیادہ رُک جانے کو سکوت کہیں گے۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیفیت استعاذہ: فائدہ ۳) قراءتِ جہریہ میں استعاذہ جہر کے ساتھ ہونا چاہیے(۱)، اور اگر آہستہ سے یا دل میں استعاذہ کرلیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں (بعض کا قول ایسا ہے)۔

دوسری فصل مخارج کے بیان میں

مخارج حروف کے چودہ ہیں:

پہلا مخرج: اَقصائے حلق، اِس سے "ا ء ہ" (۲) نکلتے ہیں۔

دوسرا مخرج: وسطِ حلق، اِس سے "ع ح" نکلتے ہیں۔

تیسرا مخرج: ادنائے حلق، اِس سے "غ خ" نکلتے ہیں۔

چوتھا مخرج: اقصائے لسان اور اوپر کا تالو، اِس سے "ق" نکلتا ہے۔

پانچواں مخرج: قاف کے مخرج سے ذرا مُنھ کی طرف ہٹ کر،

---

(۱) بعض حضرات اِس کو شرطِ وجودی اور شرطِ عدمی کے ساتھ مقید کرتے ہیں، شرطِ وجودی یہ کہ قرأت بالجہر ہو یا سامع ہو، اور شرطِ عدمی یہ کہ نماز میں نہ ہو یا قرآن کا دَور نہ کرتا ہو۔ اسی طرح سے حضرتؒ نے فوائد مکیہ پڑھاتے وقت مجھ سے بیان کیا تھا، پھر بعد میں شرح شاطبی ملا علی قاریؒ (ص ۳۱/) میں یہ ہی تقریر مَیں نے دیکھی ہے۔ (شرح شاطبی کی عبارت یہ ہے: اعلم! أن المحقّقين من العلماء والمدقّقين من القراء قيّدوا الجهر لوجود شروط أربعة عند الأداء، وهي: أن الجهر بالقراءة؛ لئلا ترد المخالفة، وأن يكون بحضور القاري مستمع للقراءة؛ لئلا يفوته شيء من أول التلاوة، وأن لا يكون في أثناء دور المدارسة؛ لئلا تقع صورة الفاصلة، وأن لا يكون في الصلاة اتفاقا بين الأئمة، مخافة أن يتوهم كونها من التلاوة، الخ.)۔ ابن ضیاء

(۲) قرّاء کے مذہب کی بنا پر الف اور ہمزہ کا مخرج ایک ہے، اِس وجہ سے الف کو بھی ہمزہ کے ساتھ بیان فرمایا، چوں کہ الف مخرجِ مقدر حروفِ حلق سے نکلتا ہے اِس وجہ سے اِس کو "حلقیہ" نہیں کہتے؛ بلکہ "جوفیہ" اور "ہوائیہ" کہتے ہیں۔ حروفِ حلقیہ اُن حرفوں کو کہتے ہیں جو بالاتفاق حلق کے مخرجِ محقّق سے ادا ہوتے ہیں۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِس سے "ك" نکلتا ہے۔

اِن دونوں حرفوں کو یعنی: "ق" اور "ك" کو "حروفِ لَہوِیہ" کہتے ہیں۔

چھٹا مخرج: وسطِ لسان (۱)، اِس سے "ج ش ي" نکلتے ہیں۔

ساتواں مخرج: حافۂ لسان اور ڈاڑھوں کی جڑ (۲)، اِس سے "ض" نکلتا ہے۔

آٹھواں مخرج: طرفِ لسان اور دانتوں کی جڑ، اِس سے "ل ن ر" نکلتے ہیں۔

نواں مخرج: نوکِ زبان اور ثنایا عُلیا کی جڑ، اِس سے "ط د ت" نکلتے ہیں۔

دسواں مخرج: نوکِ زبان اور ثنایا عُلیا کا کنارہ، اِس سے "ظ ذ ث" نکلتے ہیں۔

---

(۱) اور اِس کے مقابل اوپر کا تالو؛ کیوں کہ صرف زبان سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا جب تک کہ وہ تالو کے کسی حصے سے یا کسی دانت سے متصل نہ ہو۔ (ملخصاً از: توضیحات) مصنفؒ نے تالو کو اس لیے ذکر نہیں فرمایا کہ، وسطِ لسان کا ذکر تالو کے ذکر کو مُستلزم ہے؛ کیوں کہ بوقتِ تلفُّظ وسطِ لسان سوائے وسطِ تالو کے اَور کسی جگہ لگ ہی نہیں سکتی، جب بھی وسطِ لسان کا اتصال ہوگا تو وہ وسطِ تالو سے ہی ہوگا، جب قدرت وفطرت یہی ہے تو اب ایک کا ذکر دوسرے کو مُستلزم ہے۔ از: محمد رضوان

(۲) یعنی اوپر کی ڈاڑھوں کی؛ کیوں کہ نیچے کی ڈاڑھوں سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا، اور گو جزریہ وغیرہ میں مخرجِ ضاد کے سلسلے میں ڈاڑھوں کے ساتھ "جز" کی قید مذکور نہیں؛ لیکن حضرت مولانا قاری محمد حفظ الرحمٰن صاحبؒ کی تحقیق کے موافق مؤلفِ فوائدِ مکیہ نے یہ قید اِس لیے بڑھائی ہے کہ، اکثر لوگ بوجہِ ناواقفیت ضاد کے ادا کرتے وقت حافۂ لسان کو ڈاڑھوں کے اندرونی حصے کے ساتھ لگانے کے بجائے نیچے کے حصے میں۔ جہاں سے غذا چبائی جاتی ہے۔ لگا دیا کرتے تھے؛ کیوں کہ معتبر کتابوں میں صرف اوپر کی ڈاڑھوں ہی کا ذکر تھا، ان کے کسی حصے کا ذکر نہیں تھا، پس جب حضرتؒ نے لوگوں کی اس غلطی کا احساس کیا تو "جز" کی قید لگا دی؛ تاکہ وہ اس غلطی میں مبتلا نہ ہوں۔ (از: توضیحات) ۔محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں مخرج: نوکِ زبان اور ثنایا سُفلیٰ کا کنارہ، مع اتصال ثنایا عُلیا(۱) کے، اِس سے "ص ز س" نکلتے ہیں۔

بارھواں مخرج: نیچے کا لب اور ثنایا عُلیا کا کنارہ، اِس سے "ف" نکلتا ہے۔

تیرھواں مخرج: دونوں لب، اِس سے "ب م و" نکلتے ہیں۔

چودھواں مخرج: خیشوم، اِس سے غُنّہ(۲) نکلتا ہے: مراد اِس سے

---

(۱) حروفِ اَسَلیہ کے مخرج کے سلسلے میں ثنایا سفلیٰ کے ساتھ "اتصالِ ثنایا علیا" کی قید اگرچہ دیگر کتبِ معتبرہ: جزریہ وغیرہ میں مذکور نہیں؛ لیکن حق یہ ہے کہ اِس قید کے بڑھانے کی ضرورت تھی؛ کیوں کہ اگر حروفِ صفیر کے ادا کرتے وقت اوپر نیچے کے دانت ملے نہ ہوں تو صفتِ صفیر ناقص ادا ہوگی، اِس ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے ابتداءً یہ قید مؤلف فوائد مکیہؒ نے بڑھائی۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

(۲) فائدہ: غنہ صوتِ خیشومی کا نام ہے اور یہ سب حرفوں میں ممکن الادا ہے؛ مگر "ن، م" میں یہ صفتِ لازمہ کے طور سے ہے، اور جب یہ دونوں حرف مشدّد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں تو اُس وقت یہ صفت علیٰ وجہ الکمال پائی جاتی ہے، اور اِن حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے کہ بغیر اِس صفت کے "ن، م" بالکل ادا ہی نہ ہوں گے، یا نہایت ناقص ادا ہوں گے؛ لہٰذا قراء نے لکھا ہے کہ: "ن، م" کا مخرج اِن حالتوں میں خیشوم ہے۔ اب کئی اعتراض ہوتے ہیں:

(اوّل) یہ کہ، سب صفاتِ لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بغیر اُن کے حرف ادا نہیں ہوتا، تو سب کا مخرج بیان کرنا چاہیے اور مخرج بدلنا چاہیے یا دو مخرج لکھنا چاہیے؟

(جواب:) یہ ہے کہ، چوں کہ صفتِ غنہ کا مخرج سب مخارج سے علاحدہ ہے اِس واسطے بیان کرنے کی حاجت ہوئی، بخلاف اَور صفات کے، کہ اُنھیں مخارج سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں۔

(دوسرا) شبہ یہ ہوتا ہے کہ "ن" مشدد اور مدغم بالغنہ اور "م" مطلقاً خواہ مشدّد ہو یا مخفی، اِن صورتوں میں اصلی مخارج سے نکلنے میں تبدیلِ مخرج تو نہیں معلوم ہوتا، تو اِس کا جواب یہ ہے کہ، مخرج اصلی کو بھی دخل ہے اور خیشوم کو بھی؛ تاکہ علیٰ وجہ الکمال ادا ہوں۔

(تیسرا) شبہ یہ ہے کہ، نون مخفی کو بعض قرائے زمانہ لکھتے ہیں کہ: اِس میں لسان کو ذرہ بھر ←

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دخل نہیں، اور کتبِ تجوید کی بعض عبارات سے اِس کی تائید ہوتی ہے؛ مگر جب غور وخوض کیا جائے اور سب کے اقوالِ مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ "ن" مخفی میں لسان کو بھی دخل ہے؛ مگر ضعیف، اِسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا، جیسا کہ حروفِ مدہ میں اعتمادِ ضعیف سے قطع نظر کر کے خلیلؒ وغیرہ نے اُن کا مخرج جوف بیان کیا ہے، ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے، کہ اِس کی تعریف یہ کی جاتی ہے: "حرفٌ خفيٌّ يخرجُ من الخيشومِ، لاَعملَ لِلسانِ فيه" (ایک خفی حرف ہے جو ناک کے بانسے سے نکلتا ہے، اور اِس کی ادائیگی میں زبان کو کچھ کام نہیں کرنا پڑتا) اب "لا عمل للسان" کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں؛ کیوں کہ نکرہ منفی عموم کا فائدہ دیتا ہے، اگر یہ صحیح مانا جائے تو حرف کا اطلاق فصیح نہیں، اِس واسطے کہ حرف کی تعریف ملا علی قاریؒ وغیرہ نے لکھی ہے کہ: صوتٌ يعتمدُ على مَقطعٍ مُحقَّقٍ أو مقدَّرٍ. (المنح الفكرية، ص: ۹) یعنی وہ آواز جو کسی مخرجِ محقق یا مقدر پر ٹِکے، مقطعِ محقق کے اجزاء: حلق، لسان وشفت کو بیان کیا، اور مقطعِ مقدر جوف کو بیان کیا؛ لہٰذا "لا عمل للسان" میں عملِ خاص کی نفی ہے، جیسا کہ آگے کی عبارات سے معلوم ہو جائے گا۔

(ثانیاً) ملا علی قاریؒ کی عبارت سے بھی عملِ لسان ثابت ہے، وہ لکھتے ہیں کہ: وأن النون المخفاة مركبةٌ من مخرجِ الذاتِ و من تحقق الصفة في تحصيل الكمالات. (المنح الفكرية، ص: ۱۵) یعنی: نونِ مخفاۃ مرکب ہے ذاتِ حرف اور تحققِ صفت سے کمالات کے حاصل ہونے کے لیے۔ "تحقق الصفة" کے معنیٰ وجودِ غنہ، اور اِس کا مخرج خیشوم ہے، فثبت ما قلنا۔

(ثالثاً) امام جزریؒ "النشر فی القراءات العشر" (۱/۲۰۱) میں لکھتے ہیں: المخرج السابع عشر: الخيشوم، وهو للغنة، وهي تكون في النون والميم الساكنتين حالة الاخفاء، أو ما في حكمه من الإدغام بالغنة، فإن مخرج هذين الحرفين يتحول من مخرجه في هذه الحالة عن مخرجهما الأصلي على القول الصحيح، كما يتحول مخرج حروف المد من مخرجها إلى الجوف على الصواب. یعنی: سترھواں مخرج خیشوم ہے اور وہ غنہ کا مخرج ہے، جو کہ نون ساکن میں اِخفاء یا ادغام بالغنہ کی حالت میں ہوتا ہے؛ اِس لیے کہ اِن دونوں حرفوں کا مخرج اِس حالت میں قولِ صحیح کی بنا پر اپنے اصلی مخرج سے پلٹ جاتا ہے، جیسا کہ حروفِ مدہ کا مخرج صحیح قول کی بنا پر اُن کے مخرج سے جوف کی طرف پلٹ جاتا ہے۔ پھر آگے (۲/۲۷) "أحكام النون الساكنة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والتنوین" کی تنبیہات میں لکھتے ہیں: (الأول) أن مخرج النون والتنوین مع حروف الإخفاء الخمسة عشر من الخیشوم فقط، ولا حظ لهما معهنّ في الفم؛ لأنه لا عمل للسان فیهما کعمله فیهما مع ما یظهران عنده أو ما یدغمان فیه بغنة. ترجمہ: پہلی تنبیہ نون اور تنوین کے پندرہ حروفِ اِخفا کے ساتھ ادا ہونے کی حالت میں، اِن کا مخرج صرف خیشوم ہے، اور اِن حرفوں کے ساتھ ادا ہونے کی حالت میں یعنی بحالتِ اِخفاء اِن دونوں کی ادائیگی کے لیے زبان کو منھ میں کوئی کام نہیں کرنا پڑتا؛ اِس لیے کہ اِس حالت میں اِن دونوں کی ادائیگی میں زبان کو اُس قسم کا دخل نہیں ہوتا جس قسم کا دخل اِن کے حروفِ اظہار اور حروفِ ادغام بالغنہ کے ساتھ ادا ہونے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ نفی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں، یعنی اظہار اور ادغام بالغنہ میں جو عمل ہے یہ نونِ مخفی میں نہیں؛ اب اگر تحوُّل کے معنیٰ انتقال اور تبدُّل کے مراد ہوں تو "لا عمل للسان فیهما کعمله فیهما مع یظهران عنده أو ما یدغمان فیه بغنة" اِس کے معارض ہوگا، لہٰذا مراد تحول سے توجُّہ ومیلان ہے، اِس طرح پر کہ محوَّل عنہ ومحوَّل الیہ دونوں کو دخل ہے؛ مگر نونِ خفیفہ میں بہ نسبت نونِ مشدد کے لسان کو بہت کم دخل ہے، بخلاف نونِ مشدد ومدغم بالغنہ ومیم مشدد ومخفاۃ کے، کہ اِن میں لسان وشفت کو زیادہ دخل وعمل ہے۔

ایک بات اَور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ، نونِ مخفیٰ میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو جیسا کہ نون، میم مشدد میں ہوتا ہے، اور نہ مابعد کے حرف کے مخرج پر اِعتماد ہو جیسا کہ "و، ی، م، ن" میں بہ حالتِ ادغام بالغنہ اِعتماد ہوتا ہے؛ کیوں کہ اِن حرفوں میں ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے کہ، نون کو مابعد کے حرف سے بدل کر اوّل حرف کو اُس کے مخرج سے مع صوتِ خیشومی کے ادا کریں، اِسی وجہ سے اُس نون کو جو "ی. و. م. ن" میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے اُس کو حرف کے ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا؛ کیوں کہ یہاں ذاتِ نون بالکل منعدم ہوگئی ہے، اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے، صرف غنہ باقی ہے جس کا محل خیشوم ہے، بخلاف نونِ مخفیٰ کے، کہ اُس کی تعریف یہ کی جاتی ہے: "حرف خفي یخرج من الخیشوم، ولا عمل للسان فیه ولا شائبة حرف آخر فیه". اب امام جزریؒ کے قول سے بھی ثابت ہوگیا کہ نونِ مخفیٰ میں لسان کو بھی کچھ دخل ہے۔ "نہایۃ القول المفید" میں نشر سے زیادہ صاف مطلب نکلتا ہے، پہلے لکھا ہے کہ: خیشوم مخرج ہے نون، میم غیر مظہرہ کا۔ پھر لکھتے ہیں کہ: لا یقال:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نونِ مخفیٰ (۱) و مدغم بہ ادغامِ ناقص ہے (۲)۔

لابد من عمل اللسان في النون، والشفتين في الميم مطلقاً حتى في حالة الإخفاء والإدغام بغنة، وكذا للخيشوم عمل حتى في حالة التحريك والإظهار، فلم هذا التخصيص؛ لأنهم نظروا للأغلب فحكموا له بأنه المخرج، فلما كان الأغلب في حالة إخفائهما وإدغامهما بغنة عمل الخيشوم جعلوه مخرجهما حينئذٍ وأن عمل اللسان والشفتين أيضاً، ولما كان الأغلب في حالة التحرك والإظهار عمل اللسان والشفتين جعلوهما المخرج وأن عمل الخيشوم حينئذٍ أيضاً. (نہایہ ص:۴۷) خلاصۂ ترجمہ یہ ہے کہ، اہلِ ادا نے نون اور میم متحرک اور مظہر کا مخرج لسان اور تفت کو، اور نون مخفاۃ اور مدغمہ بالغنہ کا مخرج خیشوم کو جو قرار دیا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنھوں نے اِس بارے میں عمل غالب کو مدنظر رکھا ہے، یعنی نون و میم متحرک اور مظہر میں گو خیشوم کو بھی دخل ہوتا ہے؛ مگر اِن حالتوں میں چوں کہ لسان اور تفت کو زیادہ دخل ہوتا ہے؛ اس لیے ان کا مخرج لسان و شفتین کو قرار دیا، اور اخفا، ادغام بالغنہ کی حالت میں گو لسان و تفت کو بھی دخل ہوتا ہے؛ مگر چوں کہ اِن حالتوں میں خیشوم کو زیادہ دخل ہوتا ہے؛ اِس لیے اِن حالتوں میں اِن کا مخرج خیشوم کو قرار دیا۔ انتهى فافهم وتأمل.

(رابعاً) غنہ اور اخفاء سے غرض تحسینِ لفظ اور جو ثقل ترکیبِ حروف سے پیدا ہوا اُس کی تخفیف مقصود ہوتی ہے، اور ایسے اخفاء سے کہ جس میں لسان کو ذرّہ بھر تعلق نہ ہو، محال نہیں تو معتبر ضرور ہے، اور صوت بھی کر یہہ ہو جاتی ہے اگر کچھ بنا کر تکلّف سے ادا کیا جائے۔ حاصل یہ ہے کہ نون مخفاۃ کے ادا کرتے وقت زبان حنک سے قریب متصل ہوگی؛ مگر اتصال نہایت ضعیف ہوگا۔ از: مؤلفؒ

(۱) ''مخفیٰ''، بضم المیم وفتح الفاء صحیح ہے، یعنی وہ غنہ جو اِخفاء اور ادغامِ ناقص کی حالت میں بقدر ایک الف نکلتا ہے۔ اِس کو ''حرفِ فرعی'' کہتے ہیں۔ ابن ضیاء

(۲) مؤلفؒ نے جو ''غنہ سے مراد نونِ مخفی و مدغم بادغام ناقص'' لیا ہے اِس میں حصر مقصود نہیں ہے؛ بلکہ اِس میں نون مخفیٰ و مدغم بالغنہ اور میم مخفیٰ و مدغم بالغنہ اور نون مشدد و میم مشدد بھی داخل ہے، جیسا کہ خود حضرت مؤلفؒ کے اِسی فصل کے صفحہ نمبر ۴۶ کے حاشیہ نمبر ۲ سے ظاہر ہوتا ہے، فرماتے ہیں: ''اور جب یہ دونوں حرف مشدد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں، الخ''۔ نیز صاحبِ نہایہ کی عبارت سے بھی یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ نون و میم کی مذکورہ حالتوں میں اُن کا مخرج خیشوم ہے، اور یہی غنہ سے مراد ہے۔ فرماتے ہیں: "المخرج السابع عشر: الخيشوم، وهو أقصى الأنف، ويخرج منه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: یہ مذہب فرّاءؒ وغیرہ کا ہے۔ اور سیبویہؒ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں: اِنھوں نے "ل" کا مخرج حافۂ لسان، اِس کے بعد "ن" کا مخرج کہا ہے، اِس کے بعد "ر" کا مخرج ہے۔ اور خلیلؒ کے نزدیک سترہ ہیں: اِنھوں نے "ل ن ر" کا مخرج جدا جدا رکھا ہے، اور حروفِ علّت (۱) جب مدہ (۲) ہوں اُن کا مخرج جوف (۳) کہا ہے (۴)۔

أحرف الغنة، وهي: النون الساكنة والتنوين حالة إدغامهما بغنة أو إخفائهما، والنون والميم المشددتان، والميم إذا أُدغمت فِي مثلها أو أخفيت عند الباء، فإنهما أي النون والميم يتحولان في تلك الأحوال عن مخرجهما الأصلي، الذي هو رأس اللسان في الأول وما بين الشفتين في الثاني إلى الخيشوم، الخ. (مستفاد از: لمعات) محمد رضوان

(۱) یعنی: واؤ اور یا؛ کیوں کہ الف ہمیشہ حرفِ مد ہوتا ہے۔ ابن ضیاء

(۲) یعنی: واؤ ساکن سے پہلے پیش اور یاء ساکن سے پہلے زیر ہو، باقی الف ہمیشہ ساکن ماقبل ہمیشہ زبر ہوتا ہے؛ لیکن جب ہمزہ بہ شکلِ الف ساکن ماقبل زبر ہوگا تو اُس الف پر جزم ضرور ہوگا اور جھٹکے سے پڑھا جائے گا، جیسے: "شأن" الف اور ہمزہ میں یہی فرق ہے۔ ابن ضیاء

(۳) یعنی: واؤ مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اور یاء مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اس طرح ادا ہوتے ہیں کہ مخرج کا تحقّق نہیں ہوتا؛ بلکہ مثل الف کے واؤ، یاء مدہ بھی ہوا پر تمام ہوجاتے ہیں، جیسا کہ علامہ جزریؒ (المقدمہ، باب مخارج الحروف ش ۲ میں) فرماتے ہیں:

فَأَلِفُ الْجَوْفِ وَأُخْتَاهَا وَهِي	حُرُوْفُ مَدٍّ لِلْهَوَاءِ تَنْتَهِي

ابن ضیاء

(۴) فائدہ: یہ اختلاف ۱۴، ۱۶، ۱۷ کا حقیقی اختلاف نہیں ہے، فراء نے ل، ن، ر میں قرب کا لحاظ کرکے ایک کہہ دیا، سیبویہؒ اور خلیلؒ نے قرب کا لحاظ نہ کرکے الگ مخرج ہر ایک کا بیان کیا، جیسا کہ محققین کا قول ہے کہ: ہر حرف کا مخرج علاحدہ ہے؛ مگر نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے، علیٰ ہذا القیاس حروف مدہ کا مخرج خلیلؒ نے جوف کہا ہے، فراءؒ، سیبویہؒ نے مدہ وغیر مدہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے، مخرج "جوف" زائد نہیں کیا، اس میں تحقیق یہ ہے کہ الف بالکل ہوائی حرف ہے، اِس میں اعتماد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری فصل صفات کے بیان میں

جہر، ہمس: جہر کے معنیٰ شِدت (۱) اور زور سے پڑھنے کے ہیں، اِس کی ضد ہمس ہے، یعنی نرمی (۲) کے ساتھ پڑھنا۔ اور اِس کے دس حروف ہیں، جن کا مجموعہ "فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ" ہے، اِن حروف کے ماسوا سب مجہورہ ہیں۔

شدت، توسط اور رخاوت: شدیدہ کے آٹھ حروف ہیں، جن کا مجموعہ "أَجِدُ قَطٍّ بَكَتْ" ہے، اِن کے سکون (۳) کے وقت آواز رک جاتی

۞ صوت کا کسی جزءِ معین پر نہیں ہوتا، اِسی واسطے فراءؒ و سیبویہؒ نے مبدءِ مخارج یعنی: اقصائے حلق اس کا مخرج کہا ہے، اور حرف "ؤ" "و" "یا" جب مدہ ہوں تو اُس وقت اعتمادِ صوت کا لسان و شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے، مگر ہوتا ضرور ہے، تو فراءؒ، سیبویہؒ نے اِس اعتمادِ ضعیف کی وجہ سے مدہ و غیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا، خلیلؒ نے ضعف و قوت کا لحاظ کر کے ایک مخرج "جوف" زائد کیا ہے۔ از: مؤلفؒ

(۱) اِس شدت سے مراد بلندی اور شدتِ نفس ہے، یعنی: جہر کے ادا کرتے وقت مخرج میں سانس اِتنی قوت سے ٹھہرتی ہے کہ آواز بلند ہو جاتی ہے، اور صفتِ شدت میں شدتِ صوت ہوتا ہے، یعنی: اُس کے ادا میں آواز مخرج میں اِتنی قوت سے ٹھہرتی ہے کہ فوراً بند ہو جاتی ہے، جیسے: "حرج" کی جیم۔ ابن ضیاء

(۲) یعنی: ہمس کے ادا کرتے وقت جَریانِ نفس کی وجہ سے آواز میں جو پستی ہے اسی کو نرمی سے تعبیر کیا ہے، کیوں کہ جہر میں بلندی ہوتی ہے پس اس کی ضد میں پستی ہوگی جیسے "صَفَ" کی فا، چناں چہ کاف، تاء میں نرمی نہیں ہے بلکہ بوجہ شدت سختی ہے، اور شدت کی ضد رخو کے ادا میں نرمی ہے اور جریانِ صوت کی وجہ سے ضعف ہے، اس سے ہمس اور رخو کا فرق بھی ظاہر ہو گیا۔ ابن ضیاء

(۳) چوں کہ متحرک کی صورت میں بوجہ حرکت آواز کا رکنا معلوم نہیں ہوتا اس لیے سکون کی قید لگائی، ورنہ صفات لازمہ کے لیے کسی قید کی ضرورت نہیں تھی: حروف چاہے متحرک ہوں یا ساکن، جو صفات لازمہ ہیں وہ ہر حال میں پائے جائیں گے، سکون کی قید سے اس کا عارض سمجھنا غلطی ہے، حروف شدیدہ جب متحرک ہوتے ہیں تو جس قدر آواز جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی ہوتی ہے۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، پانچ حروف مُتوسِّطہ ہیں جن کا مجموعہ "لِنْ عُمَر" ہے، اِن میں بالکل آواز بند نہیں ہوتی، باقی حروف ماسوا شدیدہ اور متوسطہ کے سب رِخوہ ہیں، یعنی اُن کی آواز جاری ہوسکتی ہے (۱)۔

استعلاء، استفال: "خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ" یہ حروف متصف ہیں ساتھ اِستعلا کے، یعنی: اِن کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا (۲) تالو کی طرف بلند ہوجاتا ہے، اِن کے ماسوا سب حروف استفال کے ساتھ مُتَّصِف ہیں، اُن کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا بلند نہ ہوگا۔

اطباق، انفتاح: "ص ط ظ ض" یہ حروف متصف ہیں ساتھ اِطباق کے، یعنی: اِن کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے، اِن چار حرفوں کے سوا باقی حروف انفتاح (۳) سے متصف ہیں، یعنی: اُن کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں۔

تنبیہ: یہ صفات جو ذکر کیے گئے ہیں متضادہ ہیں: جہر کی ضد ہمس ہے، اور رِخوہ کی ضد شدت ہے، اور استعلا کی ضد استفال ہے، اور اطباق کی ضد انفتاح ہے؛ تو ہر حرف چار صفتوں کے ساتھ ضرور متصف ہوگا، باقی صفات کی ضد نہیں ہے۔

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ اِن کے تلفُّظ میں جس درجے کا جَرَیانِ صوت ضروری ہے، اُس سے زیادہ بھی ممکن ہے، جیسا کہ مشابہ سے ثابت ہے۔ (از: تعلیقات) محمد رضوان

(۲) اِس سے مراد جزِ زبان ہے، چناں چہ اُس کے بعد کا حصہ تالو سے جدا رہتا ہے، جیسے: "خالق" کی خاء، بخلاف صفتِ اطباق کے، کہ اس کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے، جیسے: "طال" کی طاء، اِس وجہ سے تفخیمِ استعلاء سے تفخیمِ اطباق بڑھی ہوئی ہے۔ ابن ضیاء

(۳) انفتاح اور استفال کے ادا میں یہ فرق ہے کہ، استفال تفخیم کو مانع ہے اور انفتاح کمالِ تفخیم کو مانع ہے، پس ہر مستفلہ منفتحہ ہے؛ لیکن ہر منفتحہ مستفلہ نہیں ہے، جیسے: غین، خاء، قاف۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قلقلہ: قلقلہ کے پانچ حروف ہیں، جن کا مجموعہ "قُطْبُ جَدٍ" ہے؛ مگر قاف میں قلقلہ واجب(۱)، باقی چار حروف میں جائز(۲) ہے؛ قلقلہ کے معنیٰ مخرج میں جنبش دینا سختی کے ساتھ۔

تکریر: "ر" میں صفت تکرار کی ہے، مگر اِس سے جہاں تک ممکن ہو اِحتراز(۳) کرنا چاہیے۔

تفشّی: "ش" میں صفتِ تفشی ہے، یعنی: منھ میں صوت پھیلتی ہے۔

اِستطالہ: اور "ض" میں صفتِ استطالہ(۴) ہے۔

---

(۱) یعنی: قاف میں قلقلہ بالاتفاق معتبر ہے؛ کیوں کہ بہ نسبت حروف "طب جد" کے قاف میں بوجہ استعلاء وقوتِ شدت کے بہت زیادہ ظاہر ہے۔ ابن ضیاء

(۲) جائز بمعنی اختیار نہیں؛ بلکہ بمعنیٰ اختلاف ہے، کیوں کہ بہ نسبت قاف کے حروف "طب جد" میں قلقلہ کم ہے، جیسا کہ صاحب "الرعایہ" کی عبارت سے ظاہر ہے، فرماتے ہیں: "قلقلة القاف أكمل من قلقلة غيره لشدة ضغطه"۔ پس اِس کی اور ضعف کی طرف کسی نے توجُّہ کی اور حروف "طب حد" میں قلقلہ کا اِعتبار کیا، اور کسی نے اِس ضعف کی طرف توجہ نہ کی اِس وجہ سے قلقلہ کا اعتبار نہ کیا؛ لیکن حروف "طب جد" میں قلقلہ کی نفی کسی قول سے ثابت نہیں؛ لہٰذا جائز کی وجہ سے اِس کو عارض سمجھنا یا کبھی ادا کرنا کبھی نہ ادا کرنا جائز نہیں: ہاں! اگر ساعت میں اختلاف ہوگا تو اسی ضعف پر محمول کیا جائے گا۔ ابن ضیاء

(۳) یعنی بجائے ایک راء کے کئی راء نہ ہونے پاوے، اِس کے ادا کرتے وقت زبان کو لرزنے سے بچانا چاہیے، اور اِس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اِس کی صفتِ توسط کو صحیح طور پر ادا کیا جاوے، یعنی راء ادا کرتے وقت نہ اِتنی سختی ہو کہ بجائے ایک راء کے کئی راء ہو جاویں، اور نہ اِتنی نرمی ہو کہ بجائے راء کے واو ہو جاوے، نہایت مَیانہ روی سے راء کو ادا کریں: تا کہ صفتِ توسط اور تکریر بھی ادا ہو جاوے۔ ابن ضیاء

(۴) یعنی: ضاد کے ادا کرتے وقت آوازِ مخرج میں دراز ہوگی، اِسی کا نام صفت استطالت ہے۔ اِس کی صحت کا معیار یہ ہے کہ، اگر دال کی آواز معلوم ہو تو سمجھنا چاہیے کہ صفت استطالت نہیں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفیر: اور "ص ز س" حروفِ صفیرہ کہلاتے ہیں۔

غنہ: "ن م" میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ، ناک میں آواز جاتی ہے(۱)، اَور کسی حرف میں یہ صفت نہیں ہے۔

صفات قویہ وضعیفہ: اور اِن صفاتِ متضادّہ سے چار صفتیں یعنی: جہر، شدت، اِستعلا، اطباق قویہ ہیں؛ باقی ضعیف ہیں۔ اور صفاتِ غیر متضادہ سب قویہ ہیں۔

تو ہر حرف میں جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی اُتنا ہی حرف قوی ہوگا، اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اُتنا ہی ضعیف ہوگا۔

قوت اور ضعف کے اعتبار سے حروف کی تقسیم: حروف کی باعتبار قوت اور ضعف پانچ قسمیں ہیں: قوی، اَقویٰ، متوسط، ضعیف، اَضعف۔

حروف قویہ: "ج، د، ص، غ، ر، ب" قوی ہیں۔

حروف اقویٰ: "ط، ض، ظ، ق" اقویٰ ہیں۔

حروف متوسطہ: اور "ء، ا، ز، ت، خ، ذ، ع، ك" متوسط ہیں۔

حروف ضعیفہ: اور "س، ش، ل، و، ي" ضعیف ہیں۔

حروف اضعف: اور "ث، ح، ف، م، ن، ہ" اضعف ہیں(۲)۔

ادا ہوئی؛ کیوں کہ دال میں بوجہِ شدت حبسِ صوت ہے جو مانعِ استطالت ہے، ہاں! اگر ظاء کی طرح آواز معلوم ہو تو اُس وقت اِس صفت کا ادا ہونا ممکن ہے، جب کہ نوکِ زبان ظاء کے مخرج سے بالکل جدا رہے، حرف ضاد کو ظاء کے ساتھ مشابہت تامّہ ہے؛ چناں چہ صاحب "الرعایۃ" (باب الضاد ص۱۸۴) فرماتے ہیں: ولم يختلفا في السمع؛ لیکن یہ دلیل تشابہ کی ہے، اس میں عینیت نہ ہونا چاہیے؛ ورنہ لحن جلی لازم آئے گی۔ ابن ضیاء

(۱) جس کو صفت غنہ کہتے ہیں، یہ غنہ اظہار کی حالت میں بھی پایا جائے گا، بخلاف حرف غنہ کے، کہ یہ صرف اخفا اور ادغام ناقص میں بقدر ایک الف ادا ہوگا، كما تقدم في المخرج۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۱): ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے؛ مگر نہ اِس قدر کہ ناف ہل جائے، ناف سے حروف کو کچھ علاقہ ہی نہیں۔

فائدہ ۲): "ف ہ" یہ دونوں حرف اضعف الحروف ہیں، نہایت ہی نرمی سے ادا ہونا چاہیے۔

فائدہ ۳): حرف "ع ح" کے ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے؛ بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت سے بلا تکلُّف نکالنا چاہیے۔

چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازمہ (۱) کے بیان میں

نمبر شمار	اشکال حروف	اسمائے صفات لازمہ (۲)					
۱	ا	مجہور	رخو	مستفل	منفتح	مدہ (۳)	منفتح یا مرقق (۴)

(۴) قوت وضعف کے اِعتبار سے مؤلفؒ کی بیان کردہ حروف کی اس تقسیم میں بعض حروف پر اگر اشکال ہو، تو اُس کا جواب یہ ہے کہ، حروف کی اِس تقسیم میں کسی خاص کتاب یا رسالے کی مذکورہ صفات کا لحاظ نہیں؛ بلکہ قوت وضعف کے مراتب کی تعیین میں جملہ صفات کی رعایت ہے، پھر تمام صفات کے اشتراک کا جو تقاضا اور قدر مشترک اہلِ فن کے یہاں معتبر ہے، اسی کے مطابق حرف کو قوی یا ضعیف کہا گیا ہے۔ (از: کمال الفرقان شرح جمال القرآن، ص/۵۹، ۶۰) محمد رضوان

(۱) اس جدول میں اکثر تو صفات لازمہ ہی ہیں، یعنی عنوان مطابق مضمون کے ہے، البتہ تفخیم وترقیق یہ دو صفتیں لازمہ نہیں؛ بلکہ عارضہ ہیں؛ مگر یہ جن صفات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں یعنی: استعلاء واستفال، وہ چوں کہ لازمہ ہیں: اس لیے جدول میں ان دو کا ذکر کرنا بھی ضروری تھا۔ رہا یہ سوال کہ: پھر نقشہ ہذا میں باقی صفاتِ عارضہ کو کیوں نہیں دِکھایا گیا؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ، صفات لازمہ کی طرح ان دو کا تعلق بھی چوں کہ حروفِ مفردہ کے ساتھ ہی ہے، بخلاف باقی صفاتِ عارضہ کے، کہ وہ چوں کہ عارض بالحرف ہیں، یعنی دوسرے حرفوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہیں، اور اُن کا تعلق مفرد حرفوں کے ساتھ نہیں، اور یہاں حالات بیان ہو رہے ہیں حروفِ مفرَدہ کے: اس لیے اُن کے ذکر کا یہاں موقع ہی نہیں تھا۔ (از: توضیحات)

"تعلیقاتِ مالکیہ" میں ایک جواب اَور دیا ہے، فرماتے ہیں: نقشۂ ہذا میں جو بعض حروف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

← کے صفات کے سلسلے میں مفخم یا مرقق لکھا ہے اس ترقیق یا تفخیم کو صفات لازمہ سے نہ سمجھنا چاہیے: کیوں کہ استعلاء کو تفخیم اور استفال کو ترقیق عارض ہو جاتی ہے؛ مگر چوں کہ "للأكثر حكم الكل" سوائے ترقیق اور تفخیم کے بقیہ تمام صفاتِ لازمہ ہی ہیں، اس وجہ سے سرخی میں صفاتِ لازمہ ہی لکھ دینے پر اکتفاء کیا گیا۔ محمد رضوان

(۲) یعنی نام؛ مگر ان ناموں کو اکثر موقعوں میں موصوفات کے ضمن ہی میں بیان کیا ہے، خود اُن صفات کے نام نہیں لکھے، مثلاً: "دال" کے ذیل میں اس طرح نہیں لکھا: جہر، شدت، استفال، انفتاح، قلقلہ؛ بلکہ اِس طرح لکھا ہے: مجہور، شدید، مستفل، منفتح، مقلقل؛ جس کی وجہ یہ ہے کہ، اگر خود صفات کے نام لکھتے تو اس سے یہ نکلتا کہ خود دال ہی شدت اور جہر وغیرہ ہے، حالاں کہ "دال" تو موصوف ہے اور شدت، جہر وغیرہ اُس کی صفات ہیں۔ اور اس اندازِ بیان سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ، ان صفات کی وجہ سے حروف جن القاب سے مُلقّب ہوتے ہیں اُن کا بھی پتہ چل گیا، مثلاً: شدت کی وجہ سے شدید، جہر کی وجہ سے مجہور اور قلقلہ کی وجہ سے مُقلقَل، وغیرہ وغیرہ؛ کیوں کہ تیسری فصل میں اکثر موقعوں میں صفات ہی کے نام ذکر کیے تھے، حروف کے القاب کا ذکر بہت کم موقعوں میں ہوا تھا۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

(۳) اگر چہ مد کے نام کی کوئی صفت اِس رسالے میں بیان نہیں کی گئی؛ مگر چوں کہ یہ اپنے حرفوں کے لیے ایسی لازم ہے کہ شاید دوسری کوئی صفت اِس درجے کی لازم نہ ہو؛ کیوں کہ دوسری صفات کے ادا نہ ہونے سے یا تو موصوف میں نقصان واقع ہوتا ہے یا ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے؛ لیکن صفت مد ایسی صفت ہے کہ اگر یہ ادا نہ ہو تو سرے سے حرف کی ذات ہی معدوم ہو جاتی ہے، گویا یہ صفت بمنزلۂ ذات کے ہے، کہ اِس کا فُقدان حرف کی ذات کا فقدان ہے؛ اِس لیے اِس کا نقشۂ ہٰذا میں درج کرنا ضروری تھا، والله أعلم۔

رہا یہ سوال کہ، جب یہ صفت اِتنی ہی ضروری ہے تو پھر اِس کو صفاتِ لازمہ کے سلسلے میں کیوں نہیں بیان کیا؟ سو جواب اِس کا یہ ہے کہ، بعض دفعہ کسی چیز کے بہت ہی واضح ہونے کی بنا پر اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، پس اغلب یہ ہے کہ مؤلفؒ نے بھی اِسی بنا پر صفات لازمہ کے سلسلے میں اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی ہوگی؛ مگر یہ مقام اور آئندہ فصل یعنی: تمایُز بالصفت کی بحث، یہ موقعے چوں کہ ایسے ہیں جن میں صفات کو سامنے رکھ کر حروف کی ادا میں غور کرنے اور ہم مخرج حرفوں کے ایک دوسرے سے ممتاز ہونے کو سمجھایا گیا ہے، گویا اِن دونوں موقعوں میں حرف کی ←

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲	ب	مجہور	شدید	مستفل	منفتح	مقلقل	....
۳	ت	مہموس	شدید	مستفل	منفتح	....	....
۴	ث	مہموس	رخو	مستفل	منفتح	....	....
۵	ج	مجہور	شدید	مستفل	منفتح	مقلقل	....
۶	ح	مہموس	رخو	مستفل	منفتح	....	....
۷	خ	مہموس	رخو	مستعل	منفتح	مفخم	....
۸	د	مجہور	شدید	مستفل	منفتح	مقلقل	....
۹	ذ	مجہور	رخو	مستفل	منفتح	....	....
۱۰	ر	مجہور	متوسط	مستفل	منفتح	تکرار	مفخم یا مرقق
۱۱	ز	مجہور	رخو	مستفل	منفتح	صفیر	....
۱۲	س	مہموس	رخو	مستفل	منفتح	صفیر	....
۱۳	ش	مہموس	رخو	مستفل	منفتح	تفشی	....

جملہ کیفیاتِ ادا کو ملحوظ رکھ کر حرف کی حقیقت تک پہنچنے کی دعوت دی ہے؛ اس لیے ان موقعوں میں مد کے بیان کرنے کی ضرورت تھی، اور اسی ضرورت کے پیشِ نظر مؤلفؒ نے ان دونوں موقعوں میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ اور اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہو گیا کہ، اگر الف کا ازروئے مخرج جوفی ہونا بیان نہیں ہوا تھا، تو ازروئے صفت، مدہ ہونا بیان ہو گیا، چناں چہ علامہ شاطبیؒ نے بھی مخارج کے سلسلے میں جوف کو تو بیان نہیں کیا؛ لیکن صفات کے سلسلے میں مد کو بیان فرمایا ہے۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

(۴) اگر چہ تفخیم اور ترقیق صفت عارض ہے؛ لیکن ان میں سے حرف کے لیے کوئی نہ کوئی اصل اور لازم ضرور ہے، اسی وجہ سے حرفِ تردید کے ساتھ بیان فرمایا؛ پس چوں کہ بعض کے نزدیک تفخیم عارض ہے تو ترقیق اصل ہے، اور بعض کے نزدیک ترقیق عارض ہے تو تفخیم اصل ہے، اور اصل بمنزلۂ لازم ہے؛ اس لیے تفخیم ترقیق کو صفاتِ لازمہ کے نقشے میں بیان فرمایا؛ تا کہ دونوں قول کا علم ہو جاوے۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴	ص	مہموس	رخو	مستعل	مطبق	صفیر	مفخم
۱۵	ض	مجہور	رخو	مستعل	مطبق	مستطیل	مفخم
۱۶	ط	مجہور	شدید	مستعل	مطبق	مقلقل	مفخم
۱۷	ظ	مجہور	رخو	مستعل	مطبق	مفخم	.....
۱۸	ع	مجہور	متوسط	مستفل	منفتح	.....	.....
۱۹	غ	مجہور	رخو	مستعل	منفتح	مفخم	.....
۲۰	ف	مہموس	رخو	مستفل	منفتح	.....	.....
۲۱	ق	مجہور	شدید	مستعل	منفتح	مقلقل	مفخم
۲۲	ك	مہموس	شدید	مستفل	منفتح	.....	.....
۲۳	ل	مجہور	متوسط	مستفل	منفتح	مرقق یا مفخم	.....
۲۴	م	مجہور	متوسط	مستفل	منفتح	غنہ	.....
۲۵	ن	مجہور	متوسط	مستفل	منفتح	غنہ	.....
۲۶	و(۱)	مجہور	رخو	مستفل	منفتح	.....	.....

(۱) واؤ اور یاء کے خانوں میں جو مدہ درج ہے نہ لین، تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِن دونوں کو نہ اوّل لازم ہے نہ ثانی، چناں چہ مدہ ہونے کی حالت میں تو یہ لین نہیں ہوتے، اور لین ہونے کی حالت میں یہ مدہ نہیں ہوتے، اور متحرک ہونے کی حالت میں نہ مدہ ہوتے ہیں نہ لین؛ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیے کہ مد اور لین خود یہ دونوں صفتیں ہی لازمہ نہیں، یہ بلا شبہ لازمہ ہیں؛ مگر اپنے حرفوں کے لیے، بس مد لازم ہے حروفِ مدہ کے لیے، اور لین لازم ہے حروفِ لین کے لیے، اور مدہ اور لین کی تعریف مشہور ہے۔ اور جب یہ متحرک ہوتے ہیں اُس وقت چوں کہ نہ مدہ ہوتے ہیں نہ لین؛ اِس لیے اُس وقت یہ اِن دونوں میں سے کسی صفت سے بھی متصف نہیں ہوتے۔ خلاصہ یہ کہ، اِن دونوں حرفوں کو چوں کہ ایک ہی حالت لازم نہیں؛ بلکہ اِن کی تین حالتیں ہیں: مدہ، لین، متحرک؛ اس لیے اِن کو صفت بھی ایک ہی لازم نہیں؛ بلکہ ایک حالت میں اِن کو ایک صفت لازم ہوتی ہے، دوسری میں ⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۷	۵	مهموس	رخو	مستفل	منفتح	.....	.....
۲۸	ء	مجهور	شدید	مستفل	منفتح	.....	.....
۲۹	ي	مجهور	رخو	مستفل	منفتح	.....	.....

پانچویں فصل صفاتِ ممیّزہ(۱) کے بیان میں

حروف اگر صفاتِ لازمہ میں مشترک ہوں، تو مخرج سے ممتاز ہوتے ہیں؛ اور اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفتِ لازمہ منفردہ(۲) سے ممتاز ہوتے ہیں؛

دوسری اور تیسری میں دونوں ہی صفتوں سے خالی ہوتے ہیں، اور اسی عدمِ لزوم ہی کی بنا پر غالباً مؤلفؒ نے اِن کے خانوں کو خالی چھوڑ دیا ہے، اور دونوں میں سے کوئی سی صفت بھی درج نہیں فرمائی۔ اور عدمِ ذکر کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ، چوں کہ صفات کے سلسلے میں مد اور لین کا ذکر نہیں ہوا تھا؛ اِس لیے موصوفات کے ضمن میں بھی بیان نہیں کیا، اور الف کی طرح ان کو مدیت لازم تھی نہیں، کہ صفات کے سلسلے میں بیان نہ کرنے کے باوجود یہاں موصوفات کے ضمن میں بیان فرماتے۔ انتہی (از: توضیحات) محمد رضوان

(۱) مشتبہ الصوت حرف یا ایک مخرج کے حرفوں میں جن صفات لازمہ سے امتیاز ہوتا ہے اُن کو ''ممیّزہ''، بقیہ صفاتِ لازمہ کو ''غیر ممیّزہ'' کہتے ہیں۔ ابن ضیاء

(۲) اِس سے مراد صفاتِ لازمہ غیر متضادہ ہے، مثلاً: بر بنائے مذہب فراءؒ لام، را، مخرج میں متحد ہیں، اور صفات لازمہ متضادہ میں مشترک ہیں، اِس صورت میں لام سے را، کو صفتِ لازمہ منفردہ یعنی: غیر متضادہ تکریر سے امتیاز ہوا۔ اِس طرح لام، نون صفات لازمہ متضادہ اور مخرج میں متحد ہیں، اُس وقت لام سے نون کو صفت لازمہ غیر متضادہ غنہ سے امتیاز ہوا۔ اور عین، حا، اگر چہ مخرج میں متحد ہیں؛ لیکن صفات لازمہ متضادہ میں سے جہر اور توسط کی وجہ سے عین کو حاء سے امتیاز ہے۔ اِس وجہ سے اس پر صفت لازمہ منفردہ کا اطلاق صحیح نہیں؛ کیوں کہ دو صفتوں کی وجہ سے امتیاز ہوا۔ ابن ضیاء

نوٹ: یوں تو صفات لازمہ غیر متضادہ کو بھی ''منفردہ'' کہتے ہیں؛ مگر یہاں منفردہ سے غیر متضادہ مراد نہیں ہیں؛ ورنہ لازم آئے گا کہ حروف میں تمایز صرف صفاتِ غیر متضادہ ہی کی وجہ سے ہوتا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں؛ بلکہ تمایز زیادہ تر صفاتِ متضادہ کی وجہ سے ہی ہوتا ہے؛ اِس لیے یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن حرفوں میں تمایز بالمخرج ہے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں؛ البتہ حروفِ متحدہ فی المخرج کے بیان کرنے کی ضرورت ہے:

"ا ء ہ" میں الف ممتاز ہے مدیت میں، اور "ء" ممتاز ہے "ہ" سے جہر اور شدت میں، باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔

"ع ح": ح میں ہمس اور رخاوت ہے، ع میں جہر وتوسط، باقی میں اتحاد۔

"غ خ": غ میں جہر ہے، باقی میں اتحاد۔

"ج ش ي": ج میں شدت ہے، ش میں ہمس وتفشی ہے، باقی استفال اور انفتاح میں تینوں مشترک ہیں، اور جہر میں "ج ي" اور رخاوت میں "ش ي" مشترک ہیں۔

"ط د ت": شدت میں اشتراک، اور "ط د" جہر میں بھی مشترک ہیں، اور "ت د" استفال وانفتاح میں مشترک ہیں، اور "ط" میں اطباق واستعلا ہے، اور "ت" میں ہمس ہے۔

"ظ ذ ث" کا رخاوت میں اشتراک ہے، اور "ظ ذ" جہر میں اور "ذ ث" استفال وانفتاح میں مشترک ہیں، اور "ظ" میں ممیّزہ صفت استعلا، اطباق ہے، اور "ذ ث" میں صفت ممیّزہ جہر، ہمس ہے۔

"ص ز س" رخاوت، صفیر میں مشترک، اور "ص س" ہمس میں اور "ز س" استفال، انفتاح میں مشترک ہیں۔ اور "ص" میں صفت ممیّزہ

➲ ''منفردہ'' سے مراد وہ صفات لازمہ ہیں جو حروف متجانسین میں سے بعض میں ہوں اور بعض میں نہ ہوں، مثلاً: ''غ'' اور ''خ'' متحد المخرج ہیں، اور اکثر صفاتِ لازمہ میں بھی مشترک ہیں؛ لیکن حرف غین صفت لازمہ منفردہ جہر کی وجہ سے خاء سے ممتاز ہوا۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: توضیحات مرضیہ سے اسی فصل کا حاشیہ نمبر۲۔ اور تحفۂ مرضیہ حاشیہ نمبر۲ ر۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعلا، اطباق، اور ”ز س“ میں جہر، ہمس ہے۔

”ل ن ر“ جہر، توسط، استفال، انفتاح میں مشترک ہیں، اور ”ل ر“ انحراف (١) میں مشترک ہیں۔ اور اِن میں تمایز مخرج سے ہے، اِسی واسطے سیبویہ اور خلیلؒ نے اِن کا مخرج الگ ترتیب وار رکھا ہے، اور فراءؒ نے قرب کا لحاظ کر کے ایک مخرج بیان کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ”ن“ میں غنہ ہے اور ”ر“ میں تکرار۔

”و ب م“ جہر، استفال، انفتاح میں مشترک، اور ”و“ کے ادا کرتے وقت شفتین میں کسی قدر اِنفتاح رہتا ہے، اِس وجہ سے اپنے مُجانسوں سے ممتاز ہو جاتا ہے، گویا اِس میں بھی تمایز بالمخرج ہے، اور ”ب“ میں شدت اور قلقلہ، اور ”م“ میں توسط اور غنہ ممیّزہ ہے۔

”ض ظ“ میں جہر، رخاوت، استعلا، اطباق ہے، اور ”ض“ میں استطالہ ہے، اور ممیّز مخرج ہے۔

مگر اشتراکِ صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے، اور ماہر کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے (٢)۔

---

(١) یعنی منحرف ہونا، پھرنا۔ صفات لازمہ میں سے یہ بھی ایک صفت ہے جو لام، را، دونوں میں پائی جاتی ہے، اِس طرح کہ لام کے ادا کرتے وقت آواز را، کے مخرج کی طرف پھرتی ہے، اور را، کے ادا کرتے وقت آواز لام کے مخرج کی طرف پھرتی ہے؛ کیوں کہ تحقیق یہی ہے کہ ہر حرف کا مخرج جداگانہ ہے؛ لیکن فراءؒ نے بوجہ شدتِ قرب دونوں کا ایک ہی مخرج بیان کیا ہے۔ ابن ضیاء

(٢) فائدہ: حرف ضادِ ضعیف کو ابن الحاجبؒ نے - جو کہ امام شاطبیؒ کے شاگرد ہیں- ”شافیہ“ میں حروف مستہجنہ سے لکھا ہے، اور امام رضیؒ اس کی شرح (رضی علی الشافیہ ص ۳۷۸) میں لکھتے ہیں: قال السيرافي: إنها في لغة قوم ليس في لغتهم ضاد، فإذا احتاجوا إلى التكلم بها في العربية اعتاصت عليهم، فربما أخرجوها ظاء، لإخراجهم إياها من طرف اللسان وأطراف الثنايا، وربما تكلفوا في إخراجها من مخرج الضاد، فلم يتأت لهم، فخرجت بين الضاد والظاء. ترجمہ: سیرافی نے کہا کہ: یہ بات اُس قوم کی زبان میں ہے جن کی زبان میں ”ضاد“ نہیں، ←

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جب انھیں عربی زبان میں ضاد کے تلفظ کی ضرورت پڑی تو ان کو اس کا تلفظ دشوار معلوم ہوا؛ اس لیے وہ اس کو ظا، پڑھتے ہیں؛ اس لیے کہ زبان کے کنارے اور اگلے دانتوں کے کنارے سے نکالتے ہیں، اور کبھی اس کو مخرجِ ضاد سے نکالنے کا تکلف کرتے ہیں؛ مگر اُن سے بن نہیں پڑتا؛ اس لیے ضاد اور ظاء کے درمیان نکلتا ہے۔ "شافیہ" اور اُس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روافض وغیر مقلدین کی تردید ہوگئی، جو کہ قائل ہیں کہ ظاء وضاد میں اشتراکِ صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے حرف ضاد مثل ظاء کے مسموع ہوتا ہے؛ بلکہ اِن میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے؛ لہٰذا اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں؛ کیوں کہ اشتراک کو تشابہ لازم نہیں، اس واسطے کہ جیم ودال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں: مگر تخالفِ مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت میں بالکل تباین ہے، اَصلاً تشابہ نہیں، اور ضاد اور ظاء میں تخالفِ مخرج موجود ہے؛ مگر چوں کہ مخرج ضاد کا اکثر حافۂ لسان مع اضراس اور مخرج ظاء کا طرفِ لسان مع طرف ثنایا علیا ہے، اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء، اطباق ہے، اِس وجہ سے ان میں تقارُب ہوگیا، پھر صفت رخاوت کی وجہ سے اِن میں تشابہِ صوتی پیدا ہوگیا۔ یہ وجہ ہے تشابہ کی، بخلاف جیم ودال کے، کہ اِن میں یہ وُجوہ نہیں۔

اب تشابہ ضاد وظاء میں ثابت ہوگیا؛ مگر ایسا تشابہ کہ حرف ضاد قریب حرف ظاء کے مسموع ہو، اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے، اِسی کو ابن حاجبؒ اور رضیؒ نے مستہجن لکھا ہے؛ کیوں کہ باعثِ تشابہ صفتِ رخوت ہے اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظاء کے ضعیف ہوگئی ہے؛ اِس واسطے کہ ضاد میں صفت اطباق کی بہ نسبت ظاء کے قوی ہے، اور لامحالہ جتنی صفتِ اطباق قوی ہوگی اُتنی ہی صفتِ رخاوت میں ضعف پیدا ہوگا؛ کیوں کہ الصاقِ محکم منافیٔ رخاوت ہے۔ دوسری وجہِ ضعفِ رخاوت یہ ہے کہ، ضاد کا مخرج مجرائے صوت وہوا سے ایک کنارے واقع ہوا ہے، بخلاف مخرجِ ظاء کے، کہ وہ محاذات میں واقع ہے، اِسی وجہ سے ظاء میں رخاوت قوی ہے، اور جب رخاوت قوی ہوئی تو لامحالہ اطباق ضعیف ہوگا۔

ماحصل یہ کہ، جب ضاد کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اُس وقت اُس کی صوت اہلِ عرب کے ضاد کی صوت سے- جو آج کل مُروّج ہے- مشابہ ہوگی، اور ظاء کے ساتھ بھی تشابہ ہوگا؛ مگر کم درجے میں، اِس واسطے کہ ضاد میں اطباق وتفخیم بہ نسبت ظاء کے زیادہ ہے؛ کیوں کہ رخاوت ظاء کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے، اور رخاوت واطباق میں تقابل ہے، ایک قوی ہوگی تو دوسری ضعیف ہوگی، اب اگر ضاد میں صفت رخاوت زیادہ ہوجائے گی تو اشبہ بہ ظاء ہوجائے گا، اور اِسی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں

تفخیم وترقیق کے اعتبار سے حروف کی تین

قسمیں: حروفِ مستعلیہ ہمیشہ (۱) ہر حال (۲) میں پُر پڑھے جائیں گے، اور

ⓒ صاحب شافیہ اور رضی نے ''مستہجن'' لکھا ہے، اور اگر اطباق قوی ادا کیا جائے گا مع رخاوت کے تو اشبہ بہ ضاد مروج بین العرب ادا ہوگا، اور کسی قدر ظاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا۔ بعض کتبِ تفسیر وتجوید میں جو ضاد وظاء کو متشابہ الصوت لکھا ہے اُس سے یہی مراد ہے، نہ یہ کہ ظاء مسموع ہو، اب تعارض بھی نہیں رہا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ بعض قرائے عجم اہلِ عرب کو کہتے ہیں کہ: ضاد کی جگہ دال مفخم پڑھتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ: دال مفخم کوئی حرف ہی نہیں، اس واسطے کہ دال کی صفت ذاتی استفال، انفتاح اور مخرج طرفِ لسان اور جزِ ثنایا علیا ہے؛ اور اہلِ عرب ضاد کو اپنے مخرج سے مع استعلاء، اطباق کے عموماً ادا کرتے ہیں، اور ایک حرف دوسرے مخرجِ مباین سے ادا ہی نہیں ہوتا، اور جب صفات ذاتیہ بھی بدل گئیں تو دال اُسے نہیں کہہ سکتے، اصل میں وہ ضاد ہے؛ مگر صفت رخاوت جو قلت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی وہ اکثر عرب سے شاید ادا نہ ہوتی ہو۔ غایۃ مافی الباب یہ لحنِ خفی ہوگا، اور ظاء خالص پڑھنا، اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پُر کر کے پڑھنا، یہ لحن جلی ہے؛ کیوں کہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجے میں تھی اُس کا اِبدال یا انعدام ہوا ہے، باقی صورتوں میں اِبدالِ حرف بہ حرفِ آخر لازم آتا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب. از: مؤلفؒ

(۱) یعنی: حروفِ مستعلیہ کسی حرفِ مرقّق کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتے جیسے: وسیق، بخلاف حرفِ مستفلہ مثل راء وغیرہ کے، جیسے: "فِرْقَةٍ" کہ باوجود مستفلہ اور ماقبل کسرہ لازمہ کے محض حرفِ مفخم کے اثر سے راء پُر ہوگی۔ ابن ضیاء

(۲) یعنی: حروفِ مستعلیہ کسی حرکت کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتے، مثل "ظِلَٰلٍ" وغیرہ کے، بخلاف حرفِ مستفلہ مثل لام وغیرہ کے، جیسے: "اَلِیْم" "رَبُّ" اور "رُبَمَا" کہ زبر اور پیش کے اثر سے پُر ہوگیا۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حروفِ مستفلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں؛ مگر ''الف'' اور ''اللہ کا لام'' اور ''ر'' کہیں باریک اور کہیں پُر ہوتے ہیں(۱)۔

الف کی تفخیم وترقیق کا حکم: الف کے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا(۲)، اور اس کے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا(۳)۔

لام جلالہ کی تفخیم وترقیق کا حکم: اور اللہ کے لام کے پہلے زبر یا پیش ہو تو پُر (۴) ہوگا، مثل: "وَاللّٰهُ" "اَللّٰهُ" "رَفَعَهُ اللّٰهُ"، اگر اِس کے پہلے زیر ہو تو باریک ہوگا، مثل: "لِلّٰهِ".

راء کی تفخیم وترقیق کے احکام

راء متحرک کا حکم: "ر" متحرک ہوگی یا ساکن، اگر متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی، اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی، مثل: "رَعْدٌ" "رُزِقُوْا" "رِزْقًا".

راء ساکن ماقبل متحرک کے احکام: اور اگر "ر" ساکن ہے تو اُس کے ماقبل متحرک ہوگا یا ساکن، اگر ماقبل متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت

---

(۱) مؤلفؒ نے اِس موقع پر الف، لام اور راء کے ساتھ واؤ مدہ کا ذکر نہیں کیا، جب کہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ واؤ مدہ تفخیم وترقیق میں مثل الف اپنے ماقبل کے تابع ہوتا ہے، یعنی: مفخم حرف کے بعد واؤ مدہ بھی مفخم، جیسے: "وَالطُّوْرِ، وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ" وغیرہ، اور مرقق حرف کے بعد مرقق ہوگا، جیسے: "تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ" وغیرہ۔ دیکھیے تفصیلی بحث (فتح الرحمٰن، ص ۱۶۷، ۱۶۸)۔ محمد رضوان

(۲) جیسے: "قالَ، طالَ"۔ محمد رضوان

(۳) جیسے: "رالَ، مالَ"۔ محمد رضوان

(۴) یعنی: لفظ اللہ کے دونوں لام پر ہوں گے، اور ماقبل زیر ہو تو دونوں لام باریک ہوں گے۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پُر ہوگی، اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی، مثل: "یُرْزَقُوْنَ" "بَرْقٌ" "شِرْعَةً"؛ مگر جب "ر" ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو، مثل: "رَبِّ ارْجِعُوْنِی"، یا کسرہ عارضی (۱) ہو، مثل: "اَمِ ارْتَابُوْا" "اِنِ ارْتَبْتُمْ"، یا "ر" ساکن کے بعد حرف استعلا اُسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں "ر" ہے، تو یہ "ر" باریک نہ ہوگی؛ بلکہ پُر ہوگی، مثل: "قِرْطَاسٍ" "فِرْقَةٍ" (۲) اور "فِرْقٍ" میں خُلف (۳) ہے (۴)۔

---

(۱) کسرہ عارضی دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جو ہمزۂ وصلی پر آتا ہے، جیسے: "ارْجِعِی"۔ اور دوسرا وہ جو اجتماع ساکنین کی وجہ سے پہلے ساکن پر آتا ہے، جیسے: "اِنِ ارْتَبْتُمْ"؛ پس ان دو کے ماسوا باقی ہر کسرہ اصلی ہے۔ (از معلم التجوید ص/۱۱۵) محمد رضوان

(۲) اس صورت کی قرآنِ کریم میں صرف پانچ مثالیں موجود ہیں، دو متن میں ذکر کی گئی ہیں، (۱) "قِرْطَاسٍ" سورۂ انعام آیت: ۷ (۲) "فِرْقَةٍ" سورۂ توبہ آیت: ۱۲۲، اور تیسری: "اِرْصَادًا" سورۂ توبہ آیت: ۱۰۷، اور چوتھی: "مِرْصَادًا" سورۂ نبا آیت: ۲۱، اور پانچویں: "لَبِالْمِرْصَادِ" سورۂ فجر آیت: ۱۴۔ محمد رضوان

(۳) یعنی: "کَالْفِرْقِ" میں پُر اور باریک دونوں جائز ہیں، خلف کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے، پس اگر یہ دو وجہیں کل قراء سے ثابت ہوں تو خلف جائز ہے، ورنہ خلف واجب؛ لیکن خُلفِ جائز میں دونوں وجہیں بہ سبیلِ تخییر ہوتی ہیں، یہ بات خُلف واجب میں نہیں ہے، یہاں لفظ "فِـرْقٍ" میں خُلف جائز ہے۔ اس میں خُلف ہونے کی وجہ علامہ جزری (المقدمہ، باب الراءات ش/۳۰ میں) بیان فرماتے ہیں: "وَالْخُلْفُ فِیْ فِرْقٍ لِكَسْرٍ یُوْجَدُ" یعنی: کسرہ کی وجہ سے "فرق" میں خُلف پایا گیا؛ ورنہ اگر راء ساکن بین الکسرتین واقع نہ ہوتی تو پُر ہونے کے بارے میں اختلاف نہ ہوتا، جیسے: "مِرْصَادًا"؛ لیکن: "كَالْفِرْقِ" کے قاف کا کسرہ بوجہ وقف زائل ہو جائے جب بھی دونوں وجہیں جائز ہیں، چاہے پُر پڑھی جائے یا باریک؛ اس لیے کہ کسرہ لازمی ہے اور وقف عارضی ہے۔ ابن ضیاء۔

(۴) "اِذَا يَسْرِ" (فجر: ۴) کی راء میں وقفاً خلف ہے، یعنی: پُر اور باریک دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، اور بعض کتبِ تجوید میں یہ جو لکھا ہے کہ: نفس وجہِ ترقیق ہی ضعیف ہے، یہ متکلم فیہ ہے: ⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راء ساکن ماقبل ساکن کے احکام: اور اگر ”ر“ موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام (۱) کے ماقبل سوائے ”ی“ کے اَور کوئی حرف ساکن ہو، تو اُس کا ماقبل دیکھا جائے گا: اگر مفتوح یا مضموم ہے تو ”ر“ پُر ہوگی، مثل: ”قَدْرْ، اُمُوْرْ“، اور اگر مکسور ہے تو ”ر“ باریک ہوگی، مثل: ”حِجْرٍ“ کے، اگر ساکن ”ی“ ہو تو باریک ہوگی، جیسے: ”خَیْرْ، ضَیْرْ، خَبِیْرْ، قَدِیْرْ“۔

راء مُرامہ کا حکم: ”ر“ مرامہ یعنی: موقوفہ بالروم (۲) اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی۔

راء مُمالہ کا حکم: اور ”ر“ ممالہ (۳) باریک ہی پڑھی جائے گی، مثل: ”مَجْرِیھَا“۔

⬅ اِس لیے کہ علامہ دانیؒ تفخیم کی اولویت اور محقق ابن جزریؒ ترقیق کی اولویت کے قائل ہیں، نیز علامہ دِمیاطیؒ (صاحبِ اتحاف) اور علامہ نُویریؒ (شارح طیبہ) کا دونوں وجہوں کی صراحت کرکے ترقیق کو اولیٰ کہنا، یہ ایک قوی ترین شاہد ہے اِس بات پر کہ وجہِ ترقیق کی صحت میں تو کوئی کلام ہی نہیں۔ (فتح الرحمٰن ص/۱۸۱) نیز ”ادْخُلُوْا مِصْرَ“ (یوسف ۹۹)، ”عَیْنَ الْقِطْرِ“ (سبا ۱۲)، ”أَنْ أَسْرِ“ (طٰہٰ ۷۷، شعراء ۵۲)، ”فَأَسْرِ“ (ھود ۸۱، حجر ۶۵، دخان ۲۳)، ”وَنُذُرِ“ (قمر ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۳۰، ۳۷، ۳۹) یعنی: وہ لفظ نُـــذُرِ جس سے پہلے واو ہو؛ اِن تمام کلمات پر وقف کے وقت راء کی تفخیم اور ترقیق کے جواز میں دونوں قول ہیں، (الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریۃ ص/۱۰۳) البتہ اولویّت میں اختلاف ہے۔ محمد رضوان

(۱) یعنی: موقوف علیہ مضموم کو ساکن کرکے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا۔ ابن ضیاء

(۲) یعنی موقوف علیہ مضموم اور مکسور کی حرکت کو ضعیف اور خفیف کرنا؛ مگر اِس صورت میں حرکت کو قریب سننے والا صاف محسوس کرسکے، یعنی: حرکت مہمل نہ ہونے پائے جس سے ضمہ کسرہ کے مشابہ یا کسرہ ضمہ کے مشابہ ہو جائے، یہ سخت غلطی ہے، اکثر خیال نہ کرنے سے یہ غلطی ہو جاتی ہے۔ ابن ضیاء

(۳) یعنی: جس راء میں امالہ کیا جاوے، امالہ کے وقت زبر، زیر کی طرف اور الف، یاء کی طرف مائل ہوگا، اُسی زیر اور یاء کے اثر سے رائے مُمالہ باریک ہوگی۔ ابن ضیاء

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رای مشدده موصوله کاحکم: **فائده ۱):** راءِ مشدد حکم میں ایک راء کے ہوتی ہے، جیسی حرکت ہوگی اُسی کے موافق پڑھی جاوے گی(۱)، پہلی دوسری کے تابع ہوگی(۲)۔

فائده ۲): حروفِ مفخمہ میں تفخیم ایسی اِفراط سے نہ کی جاوے کہ وہ حرف مُشَدَّد دسنائی دے، یا کسرہ مشابہ فتحہ کے، یا فتحہ مشابہ ضمہ کے، یا مفخم حرف کے بعد الف ہے تو وہ ''و'' کی طرح ہو جائے۔

مراتب تفخیم: تفخیم میں مراتب ہیں:

(۱) حرفِ مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو، تو اُس کی تفخیم اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے، مثل: ''طَالَ''.

(۲) اُس کے بعد مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو، مثل: ''اِنْطَلِقُوْا''.

(۳) اُس کے بعد مضموم، مثل: ''مُحِیْطٌ''.

(۴) اُس کے بعد مکسور، مثل: ''ظِلٍّ ، قِرْطَاسٍ''.

(۵) اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے، مثل: ''یَقْطَعُوْنَ، یُرْزَقُوْنَ، مِرْصَادًا''(۳)۔

تنبیہ: اب معلوم ہوا کہ حرفِ مفخم کے فتحہ کو مانند ضمہ کے، اور اُس

---

(۱) جیسے: ''لَیْسَ الْبِرَّ، اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ''۔ محمد رضوان

(۲) یہ حکم وصل کا ہے، اور بہ حالت وقف دوسری پہلی کے تابع ہے جب کہ رَوم نہ کیا جاوے، جیسے: ''مُسْتَقِرٌّ''؛ اِس لیے کہ رَوم بوجہ اظہارِ حرکت حکم وصل کا رکھتا ہے۔ ابن ضیاء

(۳) علامہ مرعشیؒ نے ابن طحان اُندلسیؒ سے یہی ترتیب نقل کی ہے؛ لیکن علامہ جزریؒ نے ''تمہید'' میں ترتیب اِس طرح رکھی ہے، اوّل مفتوح مع الالف، پھر مفتوح بغیر الف، پھر مضموم، پھر ساکن، پھر مکسور۔ (نہایۃ القول المفید ص ۱۲۹) محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مابعد کے الف کو مانند "و" کے پڑھنا بالکل خلاف اصل ہے، ایسا ہی حرف مرقق کے فتحہ کو اِس قدر مرقق کرنا کہ مانند امالۂ صغریٰ (۱) کے ہو جاوے یہ خلافِ قاعدہ ہے۔ یہ اِفراط وتفریط کلام عرب میں نہیں ہے، یہ اہلِ عجم کا طریقہ ہے۔

دوسری فصل: نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

نون ساکن اور تنوین کے چار حال ہیں: (۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اِخفا۔

اظہار حلقی: حرف حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آوے تو اظہار (۲) ہوگا، مثل: "یَنْعِقُ، عَذَابٌ اَلِیْمٌ"۔

ادغام بالغنہ وبلاغنہ: اور جب نون اور تنوین کے بعد "یرملون" کے حروف سے کوئی حرف آوے تو ادغام (۳) ہوگا؛ مگر "ل، ر" میں ادغام بلاغنہ ہوگا (۴)، اور ادغام بالغنہ بھی (۵) نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے (۶)؛

---

(۱) لفظ "مجریہا" میں جو اِمالہ ہوتا ہے اُس کو "امالۂ کبریٰ" کہتے ہیں، اور امالہ کی ضد کو فتح کہتے ہیں، پس فتح کو امالہ کی طرف مائل کرنے کو "اِمالۂ صغریٰ" کہتے ہیں؛ لیکن روایتِ حفصؒ میں امالۂ صغریٰ نہیں ہے۔ ابن ضیاء

نوٹ: امالۂ کبریٰ اور امالۂ صغریٰ کی صحیح ادا تو مشائخ سے سن کر ہی آسکتی ہے، آسانی کے لیے یوں سمجھو کہ، اردو میں بار (بمعنیٰ بوجھ) فتح ہے، بیر (پھل کا نام) میں امالۂ کبریٰ اور بیر (بمعنیٰ دشمنی) امالۂ صغریٰ کی آواز کے مشابہ ہے۔ (امانیہ شرح شاطبیہ ۱/۱۰۶) محمد رضوان

(۲) اظہار کے معنیٰ ہیں: حرف کو مخرج اور جملہ صفات لازمہ سے ادا کرنا۔ ابن ضیاء

(۳) ادغام کے معنیٰ ہیں: پہلے حرفِ ساکن کو دوسرے حرفِ متحرک میں ملا کر مشدد پڑھنا۔ ابن ضیاء

(۴) امام جزریؒ فرماتے ہیں: جمہور اہلِ ادا اور اکابر ائمۂ تجوید کا یہی مذہب رہا ہے کہ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر نون ساکن میں یہ شرط ہے کہ، مقطوع(۱) یعنی مرسوم ہو(۲)، اور اگر

➲ نون ساکن اور نون تنوین کا لام وراء میں ادغام بلا غنہ ہی ہے، اور ہمارے دَور میں اُمصار و بلاد کے اساتذہ و مشائخ کا اِسی پر عمل رہا ہے، حتیٰ کہ مُغاربہ میں سے تو تمام مشائخ نے، اور ان کے عِلاوہ مشائخ میں سے اکثر نے ادغام بلا غنہ ہی کو لکھا ہے۔ تیسیر، شاطبیہ وغیرہ کتب میں ادغام بلا غنہ ہی ذکر کیا ہے۔ (النشر ۲/۲۳) محمد رضوان

(۵) مثل: "مِن لَّدُنَّا" وغیرہ کے۔ اس کتاب میں روایت حفصؒ کے مسائل بہ طریق طیبہ بیان کیے گئے ہیں، جو طریق شاطبیؒ کو بھی شامل ہے: اِس وجہ سے پہلے طریق شاطبیؒ کے مسائل بیان کیے گئے، اِس کے بعد لفظ "بھی" سے دوسرے طریقِ جزریؒ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وقس علی هذا مابعدها. ابن ضیاء

(۶) امام جزریؒ فرماتے ہیں: کہ بہت سے اہلِ ادا ادغام مع الغنہ کی طرف گئے ہیں، اور اِس کو بہت سے ائمۂ قرأت سے نقل کیا ہے، جیسے: نافعؒ، ابن کثیرؒ، ابوعمرو بصریؒ، ابن عامرؒ، عاصمؒ، ابو جعفرؒ اور یعقوبؒ وغیرہ؛ پھر امام جزریؒ اِن ائمۂ قرأت کے طُرق پر مُفصّل بحث کرنے کے بعد آگے فرماتے ہیں کہ: مَیں کہتا ہوں کہ: لام وراء میں ادغام مع الغنہ تمام قراء سے وارد ہے، اور ہماری اِس کتاب (النشر) کے طریق سے نصًا واداءً اہلِ حجاز، شام، بصرہ اور حفصؒ سے صحیح ہوا ہے، اور مَیں نے قالونؒ، ابن کثیرؒ، ہشامؒ، عیسیٰ بن وردانؒ اور رَوحؒ وغیرہ کی روایت سے (ادغام مع الغنہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔ (النشر ۲/۲۳، ۲۴) محمد رضوان

(۱) یعنی: لام سے پہلے نون لکھا ہو، جیسے: سورۂ ہود میں ثانی ﴿أَن لَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا ٱللَّهَ﴾ یعنی آیت ۲۶ رمیں۔ ابن ضیاء

(۲) نون ساکن میں مرسوم ہونے کی شرط ضروری ہے، چناں چہ امام جزریؒ فرماتے ہیں:

أطلق من ذهب إلى الغنة في اللام، وعمّم كل موضع، و ينبغي تقييده بما إذا كان منفصلاً رسماً، نحو: فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا، أَنْ لَّا يَقُوْلُوْا، وما كان مثله مما ثبتت النون فيه. (النشر ۲/۲۸) ترجمہ: جو حضرات لام میں ادغام مع الغنہ کرتے ہیں اُنھوں نے اپنے اِس مذہب کو مطلق اور ہر مقام میں عام رکھا ہے؛ لیکن مناسب یہ ہے کہ اِس کو اُس صورت کے ساتھ مقید کیا جائے جس میں نون رسماً منفصل ہو، جیسے: فَإِن لم تفعلوا، أن لا يقولوا؛ اور ان کے مثل وہ کلمات جن ➲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موصول (۱) ہے یعنی مرسوم نہیں ہے تو غنہ جائز نہیں (۲)، باقی حروف میں بالغنہ ہوگا، مثل: ''مَنْ يَّقُوْلُ، مِنْ وَّالٍ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، مِنْ رَّبِّهِمْ''.

اظہار مطلق: چار لفظ یعنی: ''دُنْيَا، قِنْوَانٌ، بُنْيَانٌ، صِنْوَانٌ''؛ ان میں ادغام نہ ہوگا، اظہار ہوگا۔

قلب: اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد ''ب'' آوے تو نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر (۳) اِخفا مع الغنہ کریں گے، مثل: ''مِنْ بَعْدِ، صُمٌّ بُكْمٌ''.

اخفائے حقیقی: باقی پندرہ حرفوں میں اِخفا مع الغنہ (۴) ہوگا، جیسے:

⬅ میں نون رسماً ثابت ہو۔(انتہی) یہ شرط صرف نون ساکن میں لگائی ہے؛ کیوں کہ نون تنوین تو ہمیشہ غیر مرسوم ہوتا ہے۔ اور یہ شرط اس لیے لگائی ہے کہ، ادغام بالغنہ میں نون کی صفت غنہ باقی رہے گی، جو ذات نون پر دلالت کرے گی؛ لہٰذا نون کا رسماً موجود ہونا ضروری تھا؛ تاکہ مطابقت رہے۔ نیز راء سے قبل نون ساکن تمام قرآن مجید میں مرسوم ہے، البتہ لام سے پہلے بعض جگہ مرسوم اور بعض جگہ غیر مرسوم ہے، جس کی تفصیل ''مقدمۃ الجزریہ'' اور کتبِ رسم الخط میں موجود ہے۔ (از: لمعات شمسیہ) محمد رضوان

(۱) جیسے: سورۂ ہود میں پہلا ''ألّا تعبدوا إلّا الله'' یعنی آیت ۲ ر میں۔ ابن ضیاء

(۲) کیوں کہ اِس میں رسم کی مخالفت ہے، جیسا کہ امام جزریؒ فرماتے ہیں: أما إذا كان متصلاً رسماً، نحو: فَإِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ في هود . أَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ في الكهف ونحوه مما حذفت منه النون، فإنه لا غنة فيه لمخالفة الرسم في ذلك، وهذا اختيار الحافظ أبي عمرو الداني وغيره من المحققين. (النشر ۲/۲۸) ترجمہ: رہے وہ مواقع وکلمات جن میں نون رسماً متصل ہو، جیسے: فالم يستجيبوا لكم (سورۂ ہود میں) الن نجعل لكم (سورۂ کہف میں) اور ان کے مانند دیگر وہ کلمات جن میں نون رسماً محذوف ہو، سو اُن میں غنہ نہیں؛ اس لیے کہ غنہ میں رسم کی مخالفت لازم آتی ہے۔ حافظ ابوعمرو دانیؒ وغیرہ محققین کا پسندیدہ مذہب یہی ہے۔ محمد رضوان

(۳) اِس قاعدہ کو ''قلب'' یا ''اِقلاب'' کہتے ہیں۔ ابن ضیاء

(۴) یعنی: نہ ایسا اظہارِ ذات ہو کہ نون سنائی دے، اور نہ ایسا ادغام ہو کہ تشدید سنائی دے؛ بلکہ دونوں کی درمیانی حالت سے اس طرح ادا کیا جاوے، کہ سترِ ذات کامل ہو؛ البتہ میم مخفاۃ اپنے ⬅

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"تُنْفِقُوْنَ، اَنْدَادًا" وغیرہ کے۔

تیسری فصل: میم ساکن کے بیان میں

میم ساکن کے تین حال ہیں: [۱] اِدغام [۲] اِخفا [۳] اِظہار۔

ادغام مثلین: میم ساکن کے بعد دوسری میم آوے تو ادغام ہوگا، مثل: "اَمْ مَّنْ"۔

اخفائے شفوی: اور اگر میم ساکن کے بعد "ب" آوے تو اخفا ہوگا، اور اظہار بھی جائز ہے (۱) بہ شرطے کہ میم منقلب (۲) نون ساکن اور تنوین سے نہ ہو (۳)، مثل: "وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ"۔

اظہار شفوی: باقی حروف میں اظہار ہوگا، مثل: "عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ، كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيْلٍ"۔

فائدہ: "بُوف" (۴) کا قاعدہ جو مشہور ہے، یعنی: میم ساکن کے بعد "ب" آوے تو اخفا ہوگا؛ اور "و، ف" آوے تو اظہار اِس طرح کیا جاوے کہ میم کے سکون میں حرکت کی بو آجائے، یہ اظہار بالکل بے اصل ہے؛ بلکہ میم

⊃ مخرج سے ضعیف ادا ہوگی، اسی وجہ سے اس کے اخفاء میں ستر ذات کامل نہیں ہوتا۔ ابن ضیاء

(۱) اگرچہ روایۃً ودرایۃً اِخفا ہی اَولیٰ ہے۔ (از: خلاصۃ البیان ص: ۱۹) محمد رضوان

(۲) یعنی: میم نون سے بدل کر آئی ہو۔ ابن ضیاء

(۳) کیوں کہ میم منقلبہ میں اخفا ہی واجب ہے۔ دیکھیے (النشر ۲/ ۲۶) محمد رضوان

(۴) چوں کہ میم ساکن کا اخفا نزدیک باء، واو، فا کے زیادہ مشہور ہے؛ اس لیے لفظ مرکب کرکے "بوف" کے ساتھ اطلاق ہوتا ہے، اگرچہ نزدیک واو اور فا کے اخفا جائز نہیں، جیسا کہ علامہ جزریؒ (المقدمة، باب في أحكام النون والميم المشددتين ش ۳۷ میں) فرماتے ہیں: "وَاحْذَرْ لدى واوٍ وفا أنْ تختفي" یعنی: واو اور فا کے نزدیک میم ساکن آوے تو اخفا کرنے سے بچو۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا سکون بالکل تام ہونا چاہیے، حرکت کی ہوا (۱) بھی نہ لگے۔

چوتھی فصل: حروف غنّہ کے بیان میں

نون، میم مشدد (۲) ہو تو غنّہ ہوگا۔ ایسے ہی نون ساکن اور تنوین کے آگے سوائے حروف حلقی اور "ل، ر" کے جو حرف آئے گا غنّہ ہوگا (۳)۔ ایسے ہی میم ساکن کے بعد "ب" آوے تو اِخفا (۴) کی حالت میں غنہ ہوگا۔ غنّہ کی مقدار ایک الف ہے۔

پانچویں فصل: ہائے ضمیر (۵) کے بیان میں

ھائے ضمیر کی حرکت: ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ یا ''یائے ساکنہ'' ہو تو ہاء ضمیر کی مکسور ہوگی، مثل: "بِـه، وَإِلَيْـهِ" کے؛ مگر دو جگہ مضموم ہوگی: ایک

(۱) مثل "هُـمْ فِيْهَـا" کے میم ساکن پر حرکت آجانے سے لحن جلی لازم آئے گا، اور اگر خفیف اور ضعیف حرکت ظاہر ہوئی۔ جس کو ''ہوا'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو لحن خفی لازم آئے گا۔ ابن ضیاء

(۲) خواہ یہ نون اور میم پہلے ہی سے مشدد ہوں، جیسے: "اِنَّ، لَمَّا" یا اُن پر تشدید ادغام کی وجہ سے آئی ہو، جیسے: "مِنْ نَّصِرِيْنَ، اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ"۔ محمد رضوان

(۳) جیسے: "وَمَنْ يَّعْمَلْ، مِنْ وَّالٍ، مِنْ مَّا، مِنْ نِّعْمَةٍ" وغیرہ۔ محمد رضوان

(۴) اخفا کی قید اس وجہ سے بیان کی کہ، میم ساکن کے بعد باء آنے کی صورت میں اظہار بھی جائز ہے، جیسا کہ مؤلفؒ نے اسی باب کی تیسری فصل میں بیان فرمایا ہے، اور اظہار کی صورت میں غنہ زمانی نہیں ہوگا۔ محمد رضوان

(۵) یہاں ہائے ضمیر سے مراد مطلقاً ہائے ضمیر نہیں؛ بلکہ وہ ہاء ہے جو منصوب متصل اور مجرور متصل کی ضمائر میں واحد مذکر غائب کے لیے استعمال ہوتی ہے، جسے قراء کی اصطلاح میں ''ہائے کنایہ'' کہا جاتا ہے، اور یہ اسم، فعل، حرف؛ تینوں کے ساتھ متصل ہوتی ہے، جیسے: "قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗ"۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ" سورۂ کہف (۱) میں، دوسری "عَلَيْهُ اللّٰهَ" سورۂ فتح (۲) میں؛ اور دو لفظ میں ساکن ہوگی: ایک تو "اَرْجِهْ" (۳)، اور دوسرا "فَاَلْقِهْ" (۴)؛ اور جب ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ، تو مضموم ہوگی، مثل: "لَهٗ، رَسُوْلُهٗ، مِنْهُ، اَخَاهُ، رَاَيْتُمُوْهُ"؛ مگر "وَيَتَّقْهِ فَاُولٰئِكَ" (۵) میں مکسور ہوگی۔

ہائے ضمیر کا صلہ: اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو تو ضمیر کی حرکت اِشباع (۶) کے ساتھ پڑھی جاوے گی، یعنی: اگر ضمیر پر ضمہ ہو تو اُس کے مابعد واؤ ساکن زائد ہوگا، اگر ضمیر پر کسرہ ہے تو اُس کے مابعد یائے ساکنہ زائد ہوگی، مثل: "مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ"؛ مگر ایک جگہ اِشباع نہ ہوگا، یعنی: "وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ" (۷)، اِس کا ضمہ غیر موصولہ (۸) پڑھا جائے گا۔ اور اگر ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اِشباع نہ ہوگا (۹)،

(۱) سورۂ کہف آیت: ۶۳۔ محمد رضوان (۲) سورۂ فتح آیت: ۱۰۔ محمد رضوان

(۳) "اَرْجِهْ" دو جگہ: سورۂ اعراف آیت ۱۱۱، سورۂ شعراء آیت ۳۶۔ محمد رضوان

(۴) "فَاَلْقِهْ" سورۂ نمل آیت: ۲۸۔ محمد رضوان

(۵) سورۂ نور آیت: ۵۲۔ محمد رضوان

(۶) یعنی: پیش کو بہ قدر واو مدہ، اور زیر کو بہ قدر یا مدہ بڑھا کر پڑھنا، پس اگر ہائے ضمیر میں اِشباع کے بعد ہمزہ پڑھا جائے، تو مدِ منفصل کے قاعدے سے اُس میں مد بھی ہوگا، اگرچہ حرف مد لکھا ہوا نہیں ہے۔ ابن ضیاء

(۷) سورۂ زمر آیت ۷۔ محمد رضوان

(۸) یعنی: "يَرْضَهُ لَكُمْ" میں صلہ اور اِشباع نہ ہوگا۔ ابن ضیاء

(۹) ہائے ضمیر اپنے ماقبل و مابعد کے اِعتبار سے چار طرح واقع ہوتی ہے: (۱) ماقبل و مابعد دونوں متحرک ہوں، مؤلفؒ نے اِس صورت اور اِس کے حکم کو اوپر بیان کر دیا ہے۔ (۲) ماقبل ساکن مابعد متحرک جیسے: "مِنْهُ اٰيٰتٌ" سورۂ آل عمران آیت: ۷۔ (۳) ماقبل متحرک مابعد ساکن، جیسے: "يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ" سورۂ آل عمران آیت: ۴۸۔ (۴) ماقبل اور مابعد دونوں ساکن ہوں، جیسے: "مِنْهُ الْمَآءُ" سورۂ بقرہ ←

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثل: ”مِنْهُ، وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ“، مگر ”فِيْهِ مُهَانًا“ جو سورۂ فرقان (۱) میں ہے، اُس میں اِشباع ہوگا۔

چھٹی فصل: ادغام کے بیان میں

سبب کے اعتبار سے ادغام کی تقسیم: ادغام تین (۲) قِسم پر ہے: [۱] مثلین [۲] متقاربین [۳] متجانسین۔

ادغام مثلین: اگر حرف مکرر میں ادغام ہوا ہے تو ادغام مثلین کہلائے گا، مثل: ”اِذْ ذَّهَبَ“۔

ادغام متجانسین: اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے جن کا مخرج ایک گِنا (۳) جاتا ہے، تو اُس ادغام کو اِدغام متجانسین کہتے ہیں، مثل: ”وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ“۔

ادغام متقاربین: اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے، کہ وہ دو حرف نہ مثلین ہیں نہ متجانسین، تو ادغام متقاربین کہلائے گا، مثل: ”اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ“۔

⊃ آیت: ۴۷۔ مؤلفؒ نے یہ آخری تینوں صورتیں اور اُن کے حکم کو یہاں بیان فرمایا ہے۔ ”اور اگر ماقبل“ سے دوسری صورت، اور ”یا مابعد ساکن ہو“ کے عموم سے تیسری اور چوتھی صورت کو بیان کیا ہے۔ محمد رضوان

(۱) سورۂ فرقان آیت: ۶۹۔ محمد رضوان

(۲) یہ تین قسمیں محل اور مخرج کے اِعتبار سے ہیں۔ ابن ضیاء

(۳) چوں کہ ہر ایسے دو حرف جو مختلف الصفت ہوں، درحقیقت وہ مختلف المخرج ہوتے ہیں؛ لیکن شدتِ قرب کی وجہ سے اُن دونوں کو متحد المخرج کہہ دیتے ہیں، گویا دو حرف متحد المخرج کہیں بھی نہیں، اُنتیس حروف کے حقیقت میں اُنتیس ہی مخارج ہیں؛ لہٰذا متجانسین بھی حقیقت میں دو ہی مخرجوں سے ہوتے ہیں۔ (الجواہر النقیہ ص ۱۲۱) مصنفؒ نے ”ایک گنا جاتا ہے“ کہہ کر اِسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ محمد رضوان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی تقسیم: پھر ادغام متجانسین اور متقاربین (۱) دو قسم (۲) پر ہے: [۱] ناقص (۳) [۲] اور تام۔

ادغام تام: اگر پہلے حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر ادغام کیا ہے تو ادغام تام کہلائے گا، مثل: "قُلْ رَّبِّ" اور "وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ، عَمَّ".

ادغام ناقص: اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے، تو ادغام ناقص ہوگا، جیسے: "مَنْ يَّقُوْلُ، مِنْ وَّالٍ" اور "بَسَطْتَّ، اَحَطْتُّ" کے۔

ادغام واجب: مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو تو ادغام واجب (۴) ہے، مثل: "أَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ، وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ، عَبَدْتُّمْ، إِذْ ظَّلَمُوْا، إِذْ ذَّهَبَ، قَدْ تَّبَيَّنَ، قَدْ دَّخَلُوْا، قُلْ رَّبِّيْ، بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ" اور "يَلْهَثْ ذَّلِكَ، يَابُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا" میں اظہار بھی (۵) ثابت ہے۔

تنبیہ: اور جب دو واؤ یا دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو، مثل: "قَالُوْا وَهُمْ، فِيْ يَوْمٍ" تو ادغام نہ ہوگا۔ ایسے ہی حرفِ حلقی کسی حرفِ غیر حلقی میں۔ مثل: "لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا"۔ اور اپنے مجانس میں۔ مثل: "فَاصْفَحْ عَنْهُمْ"۔

---

(۱) دو قسمیں صرف متجانسین اور متقاربین ہی کی اس لیے بتائی ہیں کہ، مثلین میں یہ تقسیم جاری نہیں ہوتی، وہ صرف تام ہی ہوتا ہے۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

(۲) یہ دو قسمیں کیفیتِ ادغام کے اعتبار سے ہیں۔ ابن ضیاء

(۳) جن صفات کو باقی رکھ کر ادغام ناقص کیا جاتا ہے ایسی صفات تین ہیں: [۱] انون کی صفت غنہ [۲] طا، کی صفت اطباق [۳] قاف کی صفت استعلا، جیسا کہ مؤلفؒ نے فائدہ ۲ میں بیان کیا ہے۔ محمد رضوان

(۴) مثلین کے اعتبار سے تو بے شک عام اور متفق علیہ ہے، جہاں بھی مثلین جمع ہوں اور پہلا حرف ساکن ہو تو عربیت اور قرأت دونوں کے اعتبار سے ادغام واجب ہے، اور متجانسین کا ادغام ہر جگہ واجب اور اجماعی نہیں ہے؛ البتہ اکثری ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الجواہر النقیہ: ۱۲۰)۔ محمد رضوان

(۵) دیکھیے صفحہ نمبر ۶۹ حاشیہ ۵/۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدغم(۱) نہ ہوگا، اور اپنے مماثل میں مدغم ہوگا، مثل:"يُوَجِّهْهُ، مَالِيَهْ هَّلَكَ" (۲)، ایسے ہی لام کا ادغام نون میں نہ ہوگا، مثل:"قُلْنَا"(۳)۔

اظہار قمری: فائدہ ۱): لامِ تعریف اگر اِن چودہ حروف کے قبل آوے تو اظہار ہوگا، اور چودہ حروف یہ ہیں: "اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهْ" اور اِن کو "حروف قمریہ" کہتے ہیں؛ جیسے:"الآنَ، البُخْلِ، الغُرُوْرُ، الحَسَنَةَ، بِالْجُنُوْدِ، الكَوْثَرَ، الوَاقِعَةُ، الخَائِبِيْنَ، الفَائِزُوْنَ، العُلٰى، القَانِتِيْنَ، اليَوْمِ، المُحْسِنَاتِ"(۴).

(۱) ادغام کی علت رفعِ ثقل ہے؛ لیکن جب کہیں ادغام سے ثقل ہوتا ہے تو پھر ادغام نہیں ہوتا۔ ابن ضیاء

(۲) اِس میں اظہار بھی ثابت ہے؛ بلکہ اَرجح اظہار ہی ہے؛ کیوں کہ یہ ہائے سکتہ ہے؛ لیکن اظہار بدونِ سکتۂ لطیفہ کے ناممکن ہے، پس اظہار کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ، وصل کی حالت میں ہائے سکتہ پر سکتۂ لطیفہ کیا جائے، اگر سکتہ نہ کیا جائے گا تو لامحالہ ادغام ہی ہوگا، یا ہائے سکتہ متحرک ہوجائے گی، جیسا کہ "نہایۃ القول المفید" اور "اتحاف" سے معلوم ہوتا ہے:(الشرط الأول) أن لا يكون أول المثلين هاء سكت، وهي في قوله تعالى ﴿ماليه هلك﴾ بسورة الحاقه، فإنّ فيها لكل القراء ممن أثبت الهاء وجهين: الإظهار والإدغام، والأول أرجح، وكيفيته: أن تقف على الهاء من "ماليه" وقفة لطيفة حال الوصل من غير قطع نفس؛ لأنها هاء سكت، لا حظ لها في الإدغام. (از: تعلیقات بہ حوالۂ نہایۃ القول المفید ص/۱۴۲) محمد رضوان

(۳) مگر نون میں ہر قسم کے لام کا ادغام منع نہیں؛ بلکہ یہ ممانعت لامِ فعل اور لام بل وہَل کے ساتھ ہی خاص ہے، جیسے:"هَلْ نَدُلُّكُمْ، هَلْ نُنَبِّئُكُمْ، بَلْ نَتَّبِعُ، بَلْ نَقْذِفُ" وغیرہ؛ البتہ لام تعریف کا ادغام نون میں ہوتا ہے، جیسا کہ مصنفؒ نے فائدہ ۱ر میں بیان کیا ہے، جیسے:"النَّار، النُّور" وغیرہ ۔(از: توضیحات) محمد رضوان

(۴) مؤلفؒ نے "ابغ حجك وخف عقيمه" کے چودہ حروف میں سے لامِ تعریف کے بعد تیرہ حروف کے وُقوع کی مثالیں پیش کی ہیں، اور چودھویں ہاء کی مثال نہیں بیان کی، ہاء کی مثال یہ ہے:"الهدٰی"۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادغام شمسی: باقی چودہ حرفوں میں ادغام کیا جائے گا، جن کو ''حروف شمسیہ'' کہتے ہیں، جیسے: "وَالصَّافَّاتِ، والذَّارِيَاتِ، الثَّاقِبُ، الدَّاعِي، التَّائِبُوْنَ، الزَّانِيْ، السَّالِكِيْنَ، الرَّحْمٰنُ، الشَّمْسُ، وَلَا الضَّآلِّيْنَ، الطَّارِقُ، الظَّالِمِيْنَ، اللّٰهُ، النَّجْمُ".

فائدہ ۲): نون ساکن اور تنوین کا ادغام "ی" اور "و" میں اور "ط" کا ادغام "ت" میں ناقص ہوگا(۱)، اور "اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ" میں ادغام ناقص (۲) بھی جائز ہے؛ مگر ادغام تام اَولیٰ (۳) ہے۔ اور "نٓ وَالْقَلَمِ" اور "يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ" میں اِظہار ہوگا، اور ادغام بھی (۴) ثابت ہے۔

فائدہ ۳): "عِوَجًا قَيِّمًا" سورۂ کہف میں، اور "مَنْ رَاقٍ" سورۂ قیامہ میں، اور "بَلْ رَانَ" سورۂ مطففین میں اظہار ہوگا سکتہ (۵) کی وجہ سے، اور ایک جگہ حفصؒ کی روایت میں اَور بھی سکتہ ہے، یعنی: "مِنْ مَّرْقَدِنَا" سورۂ

(۱) جیسے: لَئِنْ بَسَطْتَّ سورۂ مائدہ، آیت: ۲۸۔ اَحَطْتُّ سورۂ نمل، آیت: ۲۲۔ مَافَرَّطْتُّمْ سورۂ یوسف، آیت: ۸۰۔ مَافَرَّطْتُّ سورۂ زمر، آیت: ۵۶۔ متجانسین میں سے طاء کے تاء میں ادغام ناقص کے یہی چار کلمات قرآن کریم میں آئے ہیں، اور طاء کے تاء میں ادغام ناقص کی ادا کا طریقہ یہ ہے کہ، طاء کی صفت استعلاء واطباق کو باقی رکھ کر اُس کا تاء میں اس طرح ادغام کرنا چاہیے کہ طاء تو پُر ادا ہو اور تاء بار یک؛ مگر طاء میں قلقلہ نہ ہونے پائے؛ کیوں کہ اگر قلقلہ کیا جائے گا تو پھر ادغام نہیں رہے گا؛ بلکہ اظہار ہو جائے گا؛ کیوں کہ قلقلہ ادغام کی ضد ہے۔ محمد رضوان

(۲) قاف کا کاف میں ادغام ناقص اِس طرح کیا جائے گا کہ، قاف کی صفت استعلاء کو باقی رکھا جائے، یعنی: قاف مفخم ہو اور کاف مرقق؛ لیکن قاف میں قلقلہ بالکل نہ ہو؛ ورنہ اظہار ہو جائے گا۔ محمد رضوان

(۳) تام اولیٰ اِس وجہ سے ہے کہ، ناقص کے مقابلے میں تام ادا، زیادہ سہل ہے، اِس طرح تام کی صورت میں منشائے ادغام (سہولت) زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ (فتح الرحمٰن ص ۲۲۲) محمد رضوان

(۴) دیکھیے صفحہ نمبر ۶۹ حاشیہ ۵۔ محمد رضوان

(۵) سکتہ کے معنی ہیں: بلا سانس توڑے ہوئے آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہرنا۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یٰسٓ میں۔ اور چوں کہ سکتہ ایک لحاظ سے حکمِ وقف(۱) کا رکھتا ہے، اِس وجہ سے "عِوَجًا" کی تنوین کو الف سے بدل دیا جائے گا۔ اور حفصؒ کی روایت میں ترکِ سکتہ بھی(۲) اِن مواضع میں ثابت ہے، تو اُس وقت مَوضعِ اول(۳) میں اخفاء ہوگا، اور ثانیین(۴) میں ادغام ہوگا۔

فائدہ ۴): مشدد حرفوں میں دیر دو حرف(۵) کی ہوتی ہے۔

فائدہ ۵): جب دو حرف مثلین غیر مدغم ہوں، تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے، مثل: "اَعْيُنِنَا، شِرْكِكُمْ، يُحيِ، دَاوٗدَ"؛ ایسا ہی متقاربین متصل ہوں، یا قریب قریب ہوں اور ادغام نہ کیا جائے، تو بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیے، مثل: "قَدْ جَاءَ، قَدْ ضَلُّوْا، اِذْتَقُوْلُ، اِذْزَيَّنَ"؛ ایسا ہی جب دو حرف ضعیف جمع ہوں، مثل: "جِبَاهُهُمْ"؛ یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف ہو، مثل: "اِهْدِنَا"؛ یا دو حرف مفخم متصل یا قریب ہوں، مثل: "مُضْطَرَّ، صَلْصَالٍ"؛ یا دو حرف مشدد قریب یا متصل ہوں، مثل: "ذُرِّيَّةً، مُطَّهِّرِيْنَ، مِنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى، لُجِّيٍّ يَّغْشٰهُ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ"؛

(۱) یعنی: متحرک کو ساکن کرنا، اور دو زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا۔ ابن ضیاء

(۲) یعنی: علامہ جزریؒ کے دوسرے طریق سے بہ روایت حفصؒ اِن مواضعات میں ترکِ سکتہ بھی ہے، اور پہلا طریق جو طریقِ شاطبیؒ کے موافق ہے، اُس سے اِنھیں مواضعاتِ اربعہ میں سکتہ واجب ہے، اِن کے عِلاوہ روایتِ حفصؒ سے سکتۂ معنوی کہیں ثابت نہیں۔ ابن ضیاء

(۳) یعنی: "عِوَجًا قَيِّمًا" میں۔ محمد رضوان

(۴) یعنی: دوسرے دو "مَنْ رَاقٍ" اور "بَلْ رَانَ" مراد ہیں۔ محمد رضوان

(۵) اِس لیے کہ حرف مشدد دو حرفوں کے ملنے سے ہی بنتا ہے، خواہ یہ ملنا وضعاً ہو اور خواہ ادغام کی وجہ سے ہو۔ اور اگر حرف مشدد کی ادئیگی میں دو حرفوں کی دیر نہیں لگے گی تو یہ حرف مخفف ہو جائے گا، جس سے لحن جلی لازم آئے گی۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہی دو حرف متشابہ الصوت جمع ہوں، مثل: ”ص س، ط ت، ض ظ ذ، ق ك“ تو ہر ایک کو ممتاز کر کے پڑھنا چاہیے، اور جو صفت جس کی ہے اُس کو پورے طور سے ادا کرنا چاہیے۔

ساتویں فصل: ہمزہ کے بیان میں

اجتماع ہمزتین کی پہلی صورت اور اس کا حکم:

جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی (۱) ہوں، تو تحقیق سے یعنی: خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے (۲)؛ مگر ”ءَ اَعْجَمِیٌّ“ جو سورۂ حٰمٓ سجدہ (۳) میں ہے، اُس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل (۴) ہوگی۔

دوسری صورت اور اس کا حکم: اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے، تو جائز ہے دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال؛ مگر اِبدال اولیٰ ہے، اور یہ چھ جگہ ہے: ”آلْــئٰــنَ“ سورۂ یونس میں دو جگہ (۵)، ”ءٰآلذَّكَرَیْنِ“ سورۂ اَنعام میں دو جگہ (۶) ہے، ”آللّٰهُ“ دو جگہ ہے: ایک سورۂ یونس (۷) میں، دوسرا سورۂ نمل (۸) میں ہے۔

---

(۱) جس کو ”ہمزۂ اصلی“ بھی کہتے ہیں، یہ ہمزہ وصل میں حذف نہیں ہوتا، پس جو ہمزہ وصل میں حذف ہو جائے اُس کو ”وصلی“ اور ”عارضی“ بھی کہتے ہیں۔ ابن ضیاء

(۲) جیسے: ”ءَ اَلِدُ، ءَ اُنْزِلَ، ءَ اِنَّكَ“ وغیرہ۔ محمد رضوان

(۳) حٰمٓ السجدہ آیت ۴۴۔ محمد رضوان

(۴) یعنی: دوسرے ہمزہ کو اِس سہولت سے ادا کرنا کہ، نہ ضغطہ ہو نہ الف؛ بلکہ درمیانی حالت سے ادا کیا جائے۔ ابن ضیاء

(۵) سورۂ یونس، آیت: ۵۱ و ۹۱۔ یہ اصل میں ”ءَ اَلْئٰنَ“ تھا۔ محمد رضوان

(۶) سورۂ انعام، آیت: ۱۴۳ و ۱۴۴۔ یہ اصل میں ”ءَ اَلذَّكَرَیْنِ“ تھا۔ محمد رضوان

(۷) سورۂ یونس، آیت: ۵۹۔ یہ اصل میں ءَ اَللّٰهُ تھا۔ محمد رضوان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تیسری صورت اور اس کا حکم: اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو(۱)، تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا، مثل: "اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ، اَصْطَفَی الْبَنَاتِ، اَسْتَکْبَرْتَ"(۲)۔

تنبیہ: اور فتحہ کی حالت میں جو حذف نہیں ہوتا اُس کی وجہ یہ ہے کہ، اُس میں اِلتباس اِنشا کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا(۳)، اور چوں کہ ہمزۂ وصلی وسطِ کلام میں حذف ہوتا ہے اِس وجہ سے اِس میں تغیر کیا جاتا ہے، اِسی وجہ سے اِبدال اَولیٰ ہے؛ کیوں کہ اِس میں تغیر تام ہے، بہ خلاف تسہیل کے۔

چوتھی صورت اور اس کا حکم: اور جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو، تو واجب ہے ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مد سے بدلنا(۴)، مثل: "اٰمَنُوْا، اِیْمَانًا، اُوْتُمِنَ، اِیْتِ"۔

پانچویں صورت اور اس کا حکم: اور جب پہلا ہمزہ وصلی ہو تو ابتدا کی حالت میں ہمزہ ساکنہ بدلا جائے گا، اور جب ہمزۂ وصلی گر جائے گا

---

(۸) سورۂ نمل، آیت: ۵۹۔ محمد رضوان

(۱) یعنی مکسور ہو؛ کیوں کہ ہمزۂ قطعی کے بعد دوسرا ہمزہ وصلی مضموم نہیں آیا۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

(۲) اِس صورت کے قرآن کریم میں صرف سات کلمے آئے ہیں: [۱] اَفْتَرٰی سورۂ سبا، آیت: ۸ [۲] اَصْطَفَی الْبَنَاتِ سورۂ صٰفّٰت، آیت: ۱۵۳ [۳] اَسْتَکْبَرْتَ سورۂ صٰ، آیت: ۷۵ [۴] اَتَّخَذْتُمْ سورۂ بقرہ، آیت: ۸۰ [۵] اَتَّخَذْنٰھُمْ سورۂ صٰ، آیت: ۶۳ [۶] اَطَّلَعَ الْغَیْبَ سورۂ مریم، آیت: ۷۸ [۷] اَسْتَغْفَرْتَ سورۂ منافقون، آیت: ۶۔ (از: معلم التجوید ص ۱۵۰، ۱۵۱) محمد رضوان

(۳) یعنی: حذف کرنے سے یہ پتہ نہ چلے گا کہ ہمزہ موجودہ اصلی ہے یا وصلی، کیوں کہ دونوں مفتوح تھے۔ ابن ضیاء

(۴) عام ہے کہ پہلا متحرک قطعی ہو یا وصلی، چناں چہ متن کی مثالوں میں "اٰمَنُوْا، اِیْمَانًا" تو قطعی کی مثالیں ہیں، اور "اُوْتُمِنَ، اِیْتِ" وصلی کی ہیں (از: توضیحات)۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تب ابدال نہ ہوگا، مثل: "اَلَّذِيْ اؤْتُمِنَ، فِي السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِيْ، فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ".

ہمزۂ وصلی کا حکم: ہمزۂ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ بڑھایا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کیا جائے گا، اور ثابت رکھنا درست نہیں؛ البتہ ابتدا میں ثابت رہتا ہے۔

ہمزۂ وصلی کی حرکت: اب اگر لامِ تعریف کا ہمزہ ہے تو مفتوح ہوگا، اور اگر کسی اسم کا ہمزہ ہے تو مکسور ہوگا، اور اگر فعل کا ہے تو تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا؛ ورنہ مکسور، مثل: "اَلَّذِيْنَ، اِسْمٌ، اِبْنٌ، اِنْتِقَامٌ، اُجْتُثَّتْ، اِضْرِبْ، اِنْفَجَرَتْ، اِفْتَحْ"؛ اور "اِمْشُوْا، اِتَّقُوْا، اِيْتُوْا" میں چوں کہ ضمہ عارضی ہے، اِس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا؛ بلکہ مکسور ہوگا۔

فائدہ ۱): ہمزہ عین کے ساتھ یا "ح" کے ساتھ یا حرف مدہ "ع" یا "ح" کے ساتھ جمع ہوں، ایسا ہی "ع، ہ" ایک ساتھ آوے، یا "ع، ح" اور "ہ" ایک ساتھ آوے، یا "ع، ح، ہ" مکرر آئیں، یا مشدد ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیے، مثل(۱): "اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ، فَاعِلِيْنَ، يُدْعَوْنَ، دَعَا، سَبِّحْهُ، عَلٰى أَعْقَابِكُمْ،

(۱) ہمزہ "ع" کے ساتھ، جیسے: عَلٰى أَعْقَابِكُمْ، أَعُوْذُ؛ یا "ح" کے ساتھ، جیسے: أَحْسَنَ الْقَصَصِ؛ یا حرف مدہ "ع" کے ساتھ، جیسے: فَاعِلِيْنَ، عَلٰى عَقِبَيْهِ، عَالَمِيْنَ، مَبْعُوْثُوْنَ، لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ؛ یا "ح" کے ساتھ جمع ہوں، جیسے: سَاحِرٍ؛ ایسا ہی "ع، ہ" ایک ساتھ آوے، جیسے: عَهِدَ، إِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ؛ یا "ع، ح اور د" ایک ساتھ آوے، جیسے: عَاهَدَ، لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ، يَنْزِعُ اهْبِطْ، سَبِّحْهُ، وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ؛ یا "ع، ح، د" مکرر آئیں، جیسے: طُبِعَ عَلٰى، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ، جِبَاهُهُمْ؛ یا مشدد ہوں، مثل: يُدْعَوْنَ، دَعَّا، سَحَّار، (وَهَّاجًا)؛ تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیے۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَحْسَنَ الْقَصَصِ، عَلٰى عَقِبَيْهِ، أَعُوْذُ، عَهِدَ، عَاهَدَ، عَالَمِيْنَ، طُبِعَ عَلٰى، سَاحِرٍ، سَحَّارٍ، لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ، مَبْعُوْثُوْنَ، يٰنُوْحُ اهْبِطْ، وَمَاقَدَرُوْاللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ، لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ، جِبَاهُهُمْ".

فائدہ ۲): ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہوں اُس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے، یا حذف ہو جاتا ہے، یا صاف طور سے نہیں نکلتا؛ خصوصاً جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہیے، کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں، مثل: "ءَاَنْذَرْتَهُمْ".

فائدہ ۳): حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے تو اِس کا خیال رکھنا چاہیے کہ، ساکن کا سکون تام ادا ہو اور ہمزہ خوب صاف ادا ہو، ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف(۱) ہو جائے اور اُس کی حرکت سے ماقبل کا ساکن متحرک ہو جائے، جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے؛ بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد بھی ہو جاتا ہے، مثل: "قَدْ اَفْلَحَ، اِنَّ الْاِنْسَانَ"، اِسی وجہ سے حفصؒ کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ(۲) کیا جاتا ہے؛ تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو، خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں ہو(۳)۔

---

(۱) اِس لیے کہ لاپرواہی کی وجہ سے حرف ساکن کے بعد آنے سے ہمزہ حذف ہو جاتا ہے، یا غفلت کی وجہ سے ہمزۂ ساکنہ کا حرفِ مد سے ابدال ہو جاتا ہے، یا حرف متحرک کے بعد بوجہ تساہلی ہمزہ میں تسہیل ہو جاتی ہے، اِس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ اِن کو بیان فرمایا۔ ابن ضیاء

(۲) اگرچہ معمول بہا نہیں ہے؛ لیکن سکتہ کی غرض یہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے؛ کیوں کہ حرف ساکن کے بعد ہمزہ میں خفا ہو جاتا ہے، جیسا کہ علامہ دانیؒ نے سکتہ کی وجہ بیانا للهمزة لخفائها (التیسیر ،ص:۵۶) بیان فرمائی ہے، ایسے سکتہ کو "سکتۂ لفظی" کہتے ہیں، یہ سکتہ وصل کے حکم میں ہے، اور بہ روایت حفصؒ ضعیف ہے۔ ابن ضیاء

(۳) ایک کلمہ میں ہو، جیسے: "الأرض ، الأولى" وغیرہ۔ دو کلمہ میں ہو، جیسے: "قد افلح، من امن" وغیرہ۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آٹھویں فصل: حرکات کی ادا کے بیان میں

حرکت کی کیفیت ادا: فتحہ ساتھ انفتاحِ فم اور صوت کے، اور کسرہ ساتھ انخفاضِ فم اور صوت کے، اور ضمہ ساتھ اِنضمامِ شفتین کے ظاہر ہوتا ہے(۱)؛ ورنہ اگر فتحہ میں کچھ اِنخفاض ہوا تو فتحہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا، اور اگر کچھ اِنضمام ہو گیا تو فتحہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا، ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل اِنخفاض نہ ہوگا تو مشابہ فتحہ کے ہو جائے گا بہ شرطے کہ اِنفتاح ہو گیا ہو، اور اگر کچھ انضمام پایا گیا تو کسرہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا، اور ضمہ میں اگر انضمام کامل نہ ہوا تو ضمہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا بہ شرطے کہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو، اور اگر کسی قدر انفتاح پایا گیا تو فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا۔

فائدہ ۱): فتحہ جس کے بعد الف نہ ہو، اور ضمہ جس کے بعد واو ساکن، اور کسرہ جس کے بعد یا ساکن نہ ہو، اِن حرکات کو اِشباع سے بچانا چاہیے؛ ورنہ یہی حروف پیدا ہو جائیں گے۔ ایسا ہی ضمہ کے بعد جب واو مشدد ہو، اور کسرہ کے بعد یاء مشدد ہو، مثل: "عَـدُوٌّ، سَـوِيٌّ، لُـجِّـيٌّ" اِس وقت بھی اِشباع سے اِحتراز نہایت ضروری(۲) ہے، خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے؛ ورنہ مشدد مخفَّف (۳) ہو جائے گا۔

---

(۱) یہاں تک حرکاتِ ثلاثہ یعنی: فتحہ، کسرہ اور ضمہ (جو کہ صفاتِ حروف سے ہیں) کی صحیح کیفیت ادا بیان کی ہے، اور آگے لفظ "ورنہ" سے فائدہ تک ہر حرکت میں دو غلط کیفیتیں ذکر کر رہے ہیں؛ تاکہ حرکات کی ادا میں اِس قسم کی غلطیوں سے اِحتراز کیا جائے۔ محمد رضوان

(۲) اِس لیے کہ تشدید نہ ادا ہونے سے لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے۔ ابن ضیاء

(۳) جیسے: "وَتَبَّ سے وَتَبْ" وغیرہ، اکثر لوگوں سے یہ غلطی ہو جاتی ہے اور اِحساس نہیں ہوتا، اِس قسم کی غلطی سے لحن جلی لازم آئے گا۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۲): جب فتحہ کے بعد الف، اور ضمہ کے بعد واو ساکن غیر مشدد، اور کسرہ کے بعد یاء ساکن غیر مشدد ہو، تو اُس وقت اِن حرکات کو اِشباع سے ضرور (۱) پڑھنا چاہیے؛ ورنہ یہ حروف ادا نہ ہوں گے، خصوصاً جب کئی حرف مدہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہیے؛ کیوں کہ اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اِشباع ہوتا ہے، اور کہیں نہیں۔

امالہ: فائدہ ۳): "مَجْرِيهَا" - جو سورۂ ہود میں ہے- اصل میں لفظ "مَجْرٰهَا" ہے، یعنی "ر" مفتوح ہے، اور اِس کے بعد الف ہے، اِس جگہ چوں کہ اِمالہ ہے اِس وجہ سے فتحہ خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا، اور کسرہ اور نہ یاء خالص پڑھی جائے گی؛ بلکہ فتحہ کسرہ کی طرف اور الف یا کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا، جس سے فتحہ کسرۂ مجہول کے مانند ہو جائے گا، اور اِس کے بعد یاء مجہول ہوگی، اور اِس کے سوا اَور کہیں اِمالہ نہیں ہے۔

فائدہ ۴): کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں؛ بلکہ معروف ہیں، اور ادا کی صورت یہ ہے کہ، کسرہ میں انخفاضِ کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے، اور ضمہ میں انضمامِ شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے۔

فائدہ ۵): حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے، یہ نہ ہو کہ مشابہ سکون کے ہو جائے، ایسا ہی سکون کامل کرنا چاہیے؛ تاکہ مشابہ حرکت کے نہ ہو جائے۔ اور اِس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ، ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند (۲) ہو جائے اور اِس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے، اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہوگئی تو لامحالہ یہ سکون

(۱) اس لیے کہ حرف مدہ ادا ہونے سے لحن جلی ہوگا۔ ابن ضیاء عفی عنہ

(۲) لیکن ساکن حرف کی آواز مخرج میں اِس طرح نہ بند ہو کہ سکتہ ہو جاوے؛ بلکہ سکون تام ⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرکت کے مشابہ ہو جائے گا؛ البتہ حروف قلقلہ اور "ك" اور "ت" کے مخرج میں جہنش (۱) ہوتی ہے، فرق اِتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جہنش سختی کے ساتھ ہوتی ہے، اور کاف وتاء میں نہایت نرمی کے ساتھ جہنش ہوتی ہے (۲)۔

فائدہ ۶): کاف وتا میں جو جہنش ہوتی ہے، اُس میں "د" کی یا "س" یا "ث" کی بو نہ آنی چاہیے۔

ادا کرنے کے بعد فوراً مابعد کا حرف ادا ہو جاوے۔ ابن ضیاء

(۱) حروف قلقلہ اور کاف وتاء کی جہنش کے متعلق جو رائے حضرت مؤلفؒ کی ہے، وہی رائے علامہ مرعشیؒ وغیرہ کی بھی ہے، چناں چہ صفتِ قلقلہ کی بحث میں فرماتے ہیں: وهي في الاصطلاح على ما صرح به أبو شامة نقلاً عن مكيّ: صوت زائد. پھر "بيان جهد المقل" میں شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ينبغي أن يقيد الصوت الزائد بكونه قوياً جهرياً، ليخرج الصوت الزائد الحادث في مخرج الكاف والتاء بعد ضغط المخرج وحصول الحرف فيه؛ لأنه صوت همس ضعيف حارٍ، والقلقلة صوت قوي آني غير جار. وبالجملة: أن لحرف القلقلة صوتين: صوت ذاته -وهو آني- وصوت قلقلته -وهو آني أيضا-، وكذا للشديد المنهموس صوتان: صوت ذاته -وهو آني- وصوت همسه، وهو زماني. (بيان جهد المقل ص: ۷۸، ۷۹ مطبوعہ مکتبۃ الصدیق ڈابھیل۔ ونہایۃ القول المفید ص: ۶۱، ۶۲، ۷۱۔ والتقدمۃ الشریفیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص: ۱۱۰ تا ۱۱۳۔ اور کمال الفرقان ص: ۴۵، ۴۶۔ محمد رضوان

(۲) یہ فرق اس لیے ہے کہ حروف قلقلہ میں بوجہ جہر وشدت جسمین کا اتصال مضبوط ومحکم ہوتا ہے، پھر اِن حروف کے ساکن ہونے کی حالت میں جسمین کا انفکاک دفعۃً ہونے کی وجہ سے مخرج میں سختی سے جہنش ہوتی ہے اور لوٹتی ہوئی سخت آواز سنائی دیتی ہے، اِسی کو مؤلفؒ فرمارہے ہیں کہ: "حروف قلقلہ میں جہنش سختی کے ساتھ ہوتی ہے" بخلاف کاف وتا کے، کہ یہ دونوں حروف مہموسہ شدیدہ ہیں، صفت شدت کی وجہ سے اولاً مخرج پر آواز قوت کے ساتھ ٹکتی ہے اور بند ہو جاتی ہے، پھر ثانیاً ضعفِ ہمس کی بناپر متصل جسمین کا اِنفتاح نرمی سے ہونے کی وجہ سے مخرج میں جہنش نہایت نرمی سے ہوتی ہے؛ اسی لیے آخر میں اِن دونوں حرفوں میں جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ بھی نہایت نرم، ضعیف اور پست ہوتی ہے، اِس کو مؤلفؒ نے اِس طرح تعبیر کیا ہے کہ: "کاف وتا میں نہایت نرمی کے ساتھ جہنش ہوتی ہے"۔ واللہ أعلم بالصواب. محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

پہلی فصل: اِجتماع ساکنین کے بیان میں

اجتماع ساکنین کی قسمیں: اجتماع ساکنین یعنی: دو ساکن کا اکٹھا ہونا: ایک علیٰ حدِّہ ہے، دوسرا علیٰ غیر حدِّہ۔

علی حدّہ کی تعریف اور اس کا حکم: علی حدِّہ اُس کو کہتے ہیں کہ، پہلا ساکن حرف مدہ ہو اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں، مثل: "دَآبَّة، اَلْآنَ". اور یہ اِجتماع ساکنین جائز ہے۔

علی غیر حدہ کی تعریف اور اس کا حکم: اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ جائز نہیں؛ البتہ وقف میں جائز ہے (۱)۔ اور اجتماعِ ساکنین علیٰ غیر حدہ اُس کو کہتے ہیں کہ، پہلا حرفِ ساکن مدہ نہ ہو، یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں۔ اب اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اُس کو حذف کر دیں گے (۲)؛ مثل: "وَاَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ، علىٰ اَنْ لَّاتَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا، قَالُوْا الْآنَ، فِيْ الْأَرْضِ، تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ، واسْتَبَقَا الْبَابَ، وَقَالَا الْحَمْدُ، فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ"، اگر

(۱) اجتماع ساکنین علی غیر حدِّہ کی تین صورتیں بنتی ہیں: (۱) دونوں ساکن ایک کلمہ میں تو ہوں؛ مگر پہلا مدہ نہ ہو، جیسے: اَلذِّكْرُ، خُسْرٍ، وَبَرْقٌ۔ (۲) پہلا ساکن مدہ تو ہو؛ مگر دونوں ایک کلمہ میں نہ ہوں۔ (۳) علی حدِّہ کی دونوں ہی شرطیں مفقود ہوں، یعنی: پہلا مدہ بھی نہ ہو، اور دونوں ایک کلمہ میں بھی نہ ہوں۔ (مستفاد از: معلم التجوید ص: ۱۵۳) مؤلفؒ نے یہاں مذکورہ تین صورتوں میں سے پہلی صورت کے حکم کو بیان فرمایا ہے، بقیہ دونوں صورتیں اور اُن کے حکم کو آگے ذکر کر رہے ہیں۔ محمد رضوان

(۲) صفحہ نمبر ۸۶ حاشیہ: ۱ میں ذکر کردہ تین صورتوں میں سے دوسری صورت اور اُس کے حکم کو یہاں بیان فرمایا ہے۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اُس کو حرکت کسرہ کی دی جائے گی(۱)، مثل: "إِنِ ارْتَبْتُمْ، أَنْذِرِ النَّاسَ، مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ، بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ".

میم جمع، مِنْ اور میم اَلَمَّ اللّٰه کے وصل کا حکم: مگر جب پہلا ساکن "میمِ جمع" ہو تو ضمہ دیا جائے گا، مثل: "عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ، عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ"، اور "مِنْ" جو حرف جر ہے اُس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئے گا، تو نون مفتوح پڑھا جائے گا، جیسے: "مِنَ اللّٰهِ"، ایسا ہی "میم" "اَلَمَّ اللّٰهُ" کی وصل میں مفتوح پڑھی جائے گی۔

فائدہ ۱): "بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ" جو سورۂ حجرات میں ہے، اُس میں "بِئس" کے بعد لام مکسور، اُس کے بعد سین ساکن ہے، اور لام کے قبل اور بعد جو ہمزہ ہے وہ ہمزۂ وصلی ہے؛ اِس وجہ سے حذف کیے جائیں گے، اور لام کا کسرہ بہ سبب اجتماع ساکنین کے ہے۔

فائدہ ۲): کلمۂ منونہ یعنی: جس کلمہ کے اخیر حرف پر دو زبر، یا دو زیر، یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا، اُس کو "نون تنوین" کہتے ہیں۔ یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے؛ مگر دو زبر ہوں تو اُس تنوین کو الف سے بدلتے ہیں، مثل: "قَدِيْرٌ، بِرَسُوْلٍ، بَصِيْرًا"۔ اور وصل میں جب اُس کے بعد ہمزۂ وصلی ہو تو ہمزۂ وصلی حذف ہو جائے گا، اور یہ تنوین بہ سبب اجتماعِ ساکنین علی غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی، اور اکثر جگہ خلافِ قیاس چھوٹا نون لکھ دیتے ہیں، مثل: "بِزِيْنَةٍ الْكَوَاكِبِ، خَيْرَانِ الْوَصِيَّةُ، خَبِيْثَةٍ اجْتُثَّتْ، طُوًى اذْهَبْ".

(۱) صفحہ نمبر ۸۶ حاشیہ: ۱ر میں بیان کردہ صورِ ثلاثہ میں سے تیسری صورت اور اُس کے حکم کو یہاں ذکر کیا ہے۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۳): تنوین سے ابتدا کرنا یا دوہرانا درست نہیں (۱)۔

دوسری فصل: مد کے بیان میں

مد کی تقسیم: مد کی دو قسم ہے: اصلی اور فرعی۔

مد اصلی کی تعریف: مد اصلی اُس کو کہتے ہیں کہ، حروف مدہ کے بعد نہ سکون ہو اور نہ ہمزہ ہو (۲)۔

مد فرعی کی تعریف: مد فرعی اُس کو کہتے ہیں کہ، حروف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ ہو۔

مد فرعی کی قسمیں: اور یہ چار قسمیں ہیں: [۱] متصل [۲] اور منفصل [۳] لازم [۴] اور عارض۔

متصل و منفصل کی تعریف: حرف مدہ کے بعد اگر ہمزہ آئے اور ایک کلمہ میں ہو تو اُس کو "مد متصل" کہتے ہیں، اور اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اُس کو "مد منفصل" کہتے ہیں، مثل: "جَآءَ، جِيْٓءَ، سُوْٓءَ، فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ، قَالُوْٓا اٰمَنَّا، مَآ أُنْزِلَ".

مد عارض وقفی کی تعریف اور اس کا حکم: حرف مد کے بعد جب سکون وقفی ہو مثل: "رَحِيْمٌ، تَعْلَمُوْنَ، تُكَذِّبَانِ" کے، تو اُس کو "مد عارض" کہتے ہیں، اور اِس میں طول، توسط، قصر؛ تینوں جائز ہیں۔

مد لازم کی تعریف: اور جب حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو کہ

(۱) اسی طرح تنوین پر وقف بھی کرنا جائز نہیں؛ لیکن چوں کہ لفظ "كَأَيِّنْ" کی تنوین مصحف میں مرسوم ہے؛ اس لیے اِس نون تنوین پر وقف ثابت ہے، اس لفظ سے بروایت حفصؒ وقف کی حالت میں تنوین حذف کرنا جائز نہیں۔ ابن ضیاء

(۲) جیسے: أُوْتِيَنَا۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی حالت (۱) میں حرف مدہ سے جدا نہ ہو سکے، اُس کو ''لازم'' کہتے ہیں۔

مد لازم کے اقسام: اور یہ چار قسم ہے، اِس واسطے کہ اگر حرف مدہ حروف مقطعات میں ہو تو ''حرفی'' کہتے ہیں؛ ورنہ ''کلمی'' کہیں گے۔ پھر ہر ایک کلمی اور حرفی کی دو قسم ہے: مثقل اور مخفف: اگر حرف مدہ کے بعد مشدد حرف ہے تو ''مثقل'' کہیں گے، اور اگر محض سکون ہے تو ''مخفَّف'' ہوگی۔ مدلازم حرفی مثقل اور مدلازم حرفی مخفف کی مثال: ''الٓمٓ، الٓرٰ، الٓمٓرٰ، کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ، حٰمٓ، طٰسٓ، طٰسٓمٓ، نٓ، صٓ، قٓ'' اور مدلازم کلمی مثقل کی مثال: ''دَآبَّۃٌ''، اور مدلازم کلمی مخفف کی مثال: ''آٰلْئٰنَ''.

مدلین کی تعریف، لین عارض ولین لازم کا حکم: اور جب ''و'' یا ''ی'' ساکن کے پہلے فتحہ ہو اور اُس کے بعد ساکن حرف ہو، تو اُس کو مدلین کہتے ہیں، اور اِس میں قصر، توسط، طول تینوں جائز ہیں؛ اور عینِ مریم اور عینِ شوریٰ میں قصر نہایت ضعیف ہے، اور طول افضل اور اَولیٰ ہے۔

فائدہ ا): سورۂ آلِ عمران کا ''الٓمٓ اللّٰہ'' وصل کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جائے گی، اور اللہ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا، اور میم میں مدلازم ہے، اِس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز (۲) ہیں۔

---

(۱) یعنی: وصلاً اور وقفاً دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہو، جیسے: ''الٓمٓ ذٰلِکَ''؛ لیکن جس وقت اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے پہلا سکون نہ پڑھا جائے گا تو حرکت عارض ہوگی، اِس سے سکون کا عارض سمجھنا غلطی ہے، جیسے: ''الٓمٓ اللّٰہ'' اِس میں سکونِ لازم ہی کی وجہ سے میم کی یاء میں طول اَولیٰ ہے، اور حرکت عارضی کا خیال کر کے قصر بھی جائز ہے۔ ابن ضیاء

(۲) جمہور مشائخ اِنھیں دو وجہوں کو صحیح قرار دیتے ہیں؛ البتہ ابوعبداللہ فاسی نے دونوں جانبوں کی رعایت کرتے ہوئے توسط کو بھی صحیح کہا ہے؛ مگر علامہ جزریؒ (النشر ۱/۳۵۹ و ۳۶۰ میں ⇐

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۲): حرف مدہ جب موقوف ہو تو اِس کا خیال رکھنا چاہیے کہ، ایک الف سے زائد نہ ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ، بعد حرف مدہ کے ہاء یا ہمزہ نہ زائد ہو جائے، مثل: "قَالُوا، في، مالا"، جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

تیسری فصل: مقدار (۱) اور اوجُہِ مد (۲) کے بیان میں

مد عارض ولین عارض میں وجوہ مد اور ان کی مقادیر:

مد عارض اور مد لین عارض میں تین وجہ ہیں: طول، توسط، قصر؛ فرق اِتنا ہے کہ مد عارض میں طول اَولیٰ ہے، اِس کے بعد توسط، اِس کے بعد قصر کا مرتبہ ہے؛ بخلاف مد لین عارض کے، کہ اِس میں پہلا مرتبہ قصر کا ہے (۳)، اِس کے بعد توسط کا، اِس کے بعد طول کا۔

اب معلوم کرنا چاہیے کہ مقدار طول کی کیا ہے؟ طول کی مقدار تین الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف۔ اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے، اور قصر کی مقدار دونوں قول میں ایک ہی الف ہے۔

➲ فرماتے ہیں کہ: یہ محض تفقُّہ اور قیاس ہے، نقل و روایت میں جس کی تائید نہیں ملتی ہے۔ (الجواہر النقیہ ص: ۱۷۱) محمد رضوان

(۱) جس ادا کے ذریعہ مد کا اندازہ کیا جائے اُس کو "مقدار" کہتے ہیں، مثلاً: طول کی مقدارِ کشش تین الف اور پانچ الف ہے، پس اِسی اندازے کے ساتھ ادا کرنے کا نام مقدار ہے۔ ابن ضیاء

(۲) اوجُہ جمع وجہ کی ہے، یہاں وجہ کا اطلاق طول پر توسط پر قصر پر ہوگا، اور تینوں کو "وُجوہ" یا "اوجُہ" کہیں گے، قصر داخل فی الوجہ ہے؛ لیکن مدغرفی سے خارج ہے؛ اِس لیے کہ قصر ترکِ مد کا نام ہے؛ لیکن مقدار طبعی میں بلا ثبوت کمی بیشی کرنا حرام ہے۔ اور کیفیت مدد و ہیں: طول اور توسط، بلا ثبوت طول کی جگہ توسط، اور توسط کی جگہ طول کرنا جائز نہیں۔ ابن ضیاء

(۳) لیکن مدہ سے لین کا قصر کم ہوگا؛ اِس لیے کہ مدہ زمانی اور حرف لین قریب آنی ہے۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مد لازم کا حکم: فائدہ ۱): مد لازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگا، اور بعض کے نزدیک مثقّل میں زیادہ مد ہے، اور بعض کے نزدیک مخفَّف میں (۱) زیادہ مد ہے؛ مگر جمہور کے نزدیک تساوی ہے۔

فائدہ ۲): حرف موقوف مفتوح کے قبل جب حرف مدہ یا حرف لین ہو، مثل: "عَالَمِیْنَ، لَاضَیْرَ"، تو تین وجہ وقف میں ہوں گی: [۱]طول مع الاسکان [۲]توسط مع الاسکان [۳] قصر مع الاسکان۔ اور اگر حرف موقوف مکسور ہے تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں، اِس میں سے چار جائز ہیں: [۱،۲،۳]طول توسط قصر مع الاسکان [۴] قصر مع الروم، اور [۵،۶]طول توسط مع الروم غیر جائز ہے؛ اِس لیے کہ مد کے واسطے بعد حرف مد کے سکون چاہیے، اور رَوم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا؛ بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے۔ اور اگر حرف موقوف مضموم ہے مثل: "نَسْتَعِیْنُ" کے، تو ضربی عقلی وجہیں نو ہیں: [۱،۲،۳]طول توسط قصر مع الاسکان [۴، ۵، ۶] طول توسط قصر مع الاشمام [۷]قصر مع الروم؛ یہ سات وجہیں جائز ہیں۔ [۸، ۹]طول توسط مع الروم غیر جائز ہیں جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔

فائدہ ۳): جب مد عارض یا مد لین کئی جگہ ہوں تو اُن میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے، یعنی: اگر ایک جگہ مد عارض میں طول کیا ہے تو دوسری جگہ بھی طول کیا جائے، اگر توسط کیا ہے تو دوسری جگہ بھی توسط کرنا چاہیے، اگر قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیے۔ ایسا ہی مد لین میں بھی جب کئی جگہ ہوں تو توافق ہونا چاہیے، اور جیسا کہ طول توسط میں توافق ہونا چاہیے ایسا ہی مقدارِ طول توسط میں بھی توافق ہونا چاہیے۔

(۱) اِس لیے کہ حرف مد کے بعد ساکن حرف کو معاً متحرک نہیں پڑھنا ہوتا، بخلاف مد لازم مثقل کے، کہ حرف مد کے بعد سکون پڑھ کر فوراً متحرک پڑھنا ہوتا ہے۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل کل: مثلاً: أعوذ اور بسمله سے رب العالمین تک، فصل کل کی حالت میں ضربی وجہیں اَڑتالیس (۱) نکلتی ہیں: اِس طرح پر کہ رجیم کے اوجہِ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الرّوم کو رحیم کے مدودِ ثلاثہ، اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجہیں ہوتی ہیں؛ اور اِن سولہ کو "العالمین" کے اوجہِ ثلاثہ میں ضرب دینے سے اَڑتالیس وجہیں ہوتی ہیں، جن میں چار بالاتفاق جائز ہیں، یعنی: "رجیم، رحیم، العالمین" میں طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، قصر مع الاسکان "رجیم، رحیم" میں قصر مع الروم، اور "العالمین" میں قصر مع الاسکان (۲)؛ اور بعض نے "رجیم رحیم" کے قصر

(۱) ان وجہوں کو اس وجہ سے بیان فرمایا تاکہ کوئی شخص وجوہِ ثلاثہ کو مدِ عارض اور مدِ لین عارض میں یا کئی مدودِ عارض میں ضرب دے کر سب وجہوں کو بلا مساوات نہ پڑھنے لگے، یا پڑھنے میں ترجیح بلا مرجح نہ لازم آئے، اِس وجہ سے تمام وہ وجوہ جو ضرب سے پیدا ہوتی ہیں، اُن کو بتانے کے خیال سے نکال کر جاری کراتے ہیں، چناں چہ بہ طریقِ تمثیل تین موقوف علیہ کے وجوہِ ضربی عقلی اڑتالیس بیان فرمائے ہیں، ان وجوہ کے نکالنے کے وقت وجوہِ غیر صحیح، اور عدمِ مساوات، اور ترجیح کی طرف ہرگز ذہن کو متبادر نہ ہونا چاہیے؛ ورنہ وُجوہ سمجھ میں نہ آئیں گے؛ کیوں کہ عقلاً جس قدر وجہیں نکل سکتی ہیں ضرورتاً اُن کا اِس وقت اظہار ضروری ہے؛ تاکہ ان میں سے وجوہِ صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز ہوجائے۔ ابن ضیاء

(۲) یہ چار وجوہ اِس ترتیب پر ہیں: ۱، ۲۲، ۴۳، ۴۸؛ مگر خود مؤلفؒ کے فائدہ ۴ر میں بیان کردہ ضابطہ کے مطابق دیکھا جائے تو وجہ نمبر ۴۴ر یعنی: الرجیم میں قصر مع الاسکان، الرحیم میں قصر مع الروم، اور العلمین میں قصر مع الاسکان، اور وجہ نمبر ۴۷ر یعنی الرحیم میں قصر مع الروم اور الرحیم، العلمین میں قصر مع الاسکان کے غیر جائز ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی؛ کیوں کہ ان دونوں وجہوں میں مدود کی مقدار (قصر) میں مساوات ہے، صرف کیفیتِ وقف میں فرق ہے، اور یہ کسی وجہ کے ناجائز ہونے کا سبب نہیں؛ ورنہ مصنفؒ کا وجہ نمبر ۴۸ر یعنی الرجیم والرحیم میں قصر مع الروم اور العلمین میں قصر مع الاسکان کو بالاتفاق جائز کہنا درست نہ ہوتا؛ کیوں کہ اِس وجہ میں بھی مدودِ ثلاثہ میں کیفیتِ وقف کا فرق ہے؛ اِس لیے مذکورہ دو وجہیں: ۴۴، ۴۷ بالاتفاق جائز ہونی چاہیے۔ (مستفاد از: لمعاتِ شمسیہ) محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مع الروم کی حالت میں "العالمین" میں طول توسط کو جائز (۱) رکھا ہے (۲)؛ باقی بیالیس (۴۲) وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔

فصل اول وصل ثانی: اور فصل اول وصل ثانی کی صورت میں عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں، اِس طرح پر کہ: "رحیم" کے مدودِ ثلاثہ اور قصر مع الروم کو "العالمین" کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ وجہیں ہوتی ہیں، اِن میں چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں: طول مع الطّول مع الاسکان، توسط مع التوسط مع الاسکان، قصر مع القصر مع الاسکان، قصر مع الروم مع القصر بالاسکان۔ اور قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان، اور قصر مع الروم مع الطّول بالاسکان؛ یہ دو وجہیں مختلف فیہ ہیں؛ باقی وجہیں بالاتفاق غیر جائز (۴)۔

---

(۱) اِس وجہ سے کہ تساوی اور توافق نوعِ واحد میں شرط ہے، چاہے بہ اعتبار محل مد کے ہو یا بہ اعتبار کیفیتِ وقف کے ہو، چوں کہ رحیم، رحیم میں بہ حالت رَوم توافق نہ رہا، اس وجہ سے باوجود عدمِ تساوی کے العلمین میں طول، توسط کو بعض نے جائز رکھا ہے۔ ابن ضیاء

(۲) لیکن غور کیا جائے تو مؤلفؒ کی بیان کردہ دو وجوہ نمبر ۳۲،۱۶ کے علاوہ چار وجوہ اَور بھی ہیں جو مختلف فیہ ہونی چاہیے، مثلاً: وجہ نمبر ۴ یعنی: الرحیم میں طول مع الاسکان، الرحیم میں قصر مع الروم اور العلمین میں طول مع الاسکان؛ وجہ نمبر ۱۳ یعنی: الرحیم میں قصر مع الروم اور الرحیم، العلمین میں طول مع الاسکان؛ وجہ نمبر ۲۴ یعنی: الرحیم میں توسط مع الاسکان، الرحیم میں قصر مع الروم اور العلمین میں توسط مع الاسکان؛ وجہ نمبر ۳۰ یعنی: الرحیم میں قصر مع الروم اور الرحیم، العلمین میں توسط مع الاسکان؛ کیوں کہ اِن چار وجوہ میں بھی کیفیتِ وقف میں اختلاف کے سبب مدود میں مساوات نہیں ہے۔ محمد رضوان

(۳) بیالیس وجہیں بالاتفاق غیر جائز مؤلفؒ کے شمار کے مطابق ہوں گی؛ ورنہ صفحہ نمبر ۹۲ حاشیہ ۲ میں ذکر کردہ وجہ نمبر ۴۴، ۴۷ اور صفحہ نمبر ۹۳ حاشیہ ۲ میں بیان کردہ وجہ نمبر (۴، ۱۳، ۲۴، ۳۰) کو شمار میں لایا جائے تو باقی (بجائے بیالیس) چھتیس وجہیں ہوتی ہیں، جو بالاتفاق غیر جائز ہوں گی۔ محمد رضوان

(۴) اِس وجہ سے کہ عدمِ مساوات لازم آئے گا۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصل اول فصل ثانی: اور وصل اول فصل ثانی میں بھی بارہ وجہیں عقلی نکلتی ہیں، اور اِن میں چار صحیح ہیں اور دو مختلف فیہ ہیں، اور اِس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وہ بعینہٖ مثل ''فصل اول اور وصل ثانی'' کے ہیں، اِس وجہ سے نہیں بیان کی گئیں۔

وصل کل: اور وصل کل کی حالت میں "العالمین" کے مدود ثلاثہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ، استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ (۱) یا اکیس (۲) وجہیں صحیح ہیں۔

فائدہ ۴): یہ وجہیں جو بیان کی گئی ہیں اُس وقت ہیں کہ، "العالمین" پر وقف کیا جائے، اور اگر "الرحمن الرحیم" پر، یا "یوم الدین" یا "نستعینُ" پر وقف کیا جائے گا، یا کہیں وصل اور کہیں وقف کیا جائے گا تو بہت سی وجہیں ضربی نکلیں گی، اور اُن میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ، جس وجہ میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے، یا مساوات نہ رہے، یا اقوالِ مختلفہ میں خلط ہو جائے تب یہ وجہ غیر صحیح ہوگی۔

---

(۱) چار فصلِ کل میں، چار فصلِ اول وصلِ ثانی میں، چار وصلِ اول فصلِ ثانی میں اور تین وصلِ کل کی صورت میں؛ اِس طرح پندرہ وجہیں جائز ہیں۔ ابن ضیاء

نوٹ: صفحہ نمبر ۹۲ حاشیہ ۲ میں مذکور دو وجہ ۴۴، ۴۷ کو شامل کیا جائے تو تعداد وجوہِ جائزہ متفقہ کی (بجائے پندرہ) سترہ ہوگی، اِس طرح کہ چھ فصلِ کل میں، چار فصلِ اول وصلِ ثانی میں، چار وصلِ اول فصلِ ثانی میں اور تین وصلِ کل کی صورت میں۔ محمد رضوان

(۲) یعنی: پندرہ وجوہِ متفقہ اور چھ مختلفہ، جو تین صورتوں میں دو دو بیان کی گئی ہیں۔ ابن ضیاء

نوٹ: صفحہ نمبر ۹۳ حاشیہ ۲ میں مذکور چار وجوہ کو بھی شامل کیا جائے، تو تعداد وجوہِ مختلفہ کی (بجائے چھ) دس ہوگی، اِس طرح کہ فصلِ کل کی حالت میں چھ، فصلِ اول وصلِ ثانی میں دو، اور وصلِ اول فصلِ ثانی میں دو۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۵): جب مد عارض اور مد لین عارض جمع ہوں تو اُس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو نکلتی ہیں، اب اگر مد عارض مقدم ہے لین پر، مثلاً: "مِنْ جُوْعٍ، مِنْ خَوْفٍ" تو چھ وجہیں جائز ہیں، یعنی: [۱] طول مع الطّول [۲] طول مع التوسط [۳] طول مع القصر [۴] توسط مع التوسط [۵] توسط مع القصر [۶] قصر مع القصر؛ اور تین وجہیں غیر جائز (۱) ہیں، یعنی: [۱] توسط مع الطّول [۲] قصر مع التوسط [۳] قصر مع الطّول۔

اور جب مد لین مقدم ہو مثل: "لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" تو اُس وقت بھی نو وجہیں نکلتی ہیں، اُس میں سے چھ وجہیں جائز ہیں، یعنی: [۱] قصر مع القصر [۲] قصر مع التوسط [۳] قصر مع الطّول [۴] توسط مع الطّول [۵] توسط مع التوسط [۶] طول مع الطّول۔ اور [۱] طول مع التوسط اور [۲] طول مع القصر اور [۳] توسط مع القصر؛ یہ تین غیر جائز ہیں، اور یہ وجہیں غیر جائز اِس وجہ سے ہیں کہ، حروف مدہ میں مد اصل اور قوی ہے، اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے وہ تشبیہ (۲) کی وجہ سے ہوتا ہے، اِس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے، اور اِن صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے، اور یہ غیر جائز ہے۔

اور اگر موقوف علیہ میں بہ سبب اختلافِ حرکات کے رَوم و اِشمام جائز ہو تو اُس میں اَور وجہیں زائد پیدا ہوں گی، اُس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیے، مثل: "مِنْ جُوْعٍ وَمِنْ خَوْفٍ" (۳)۔

(۱) اِس لیے کہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ ابن ضیاء عفی عنہ

(۲) یعنی: صلاحیتِ مد کی وجہ سے مد ہوتا ہے؛ ورنہ اصلاً حرفِ لین، حرفِ مد نہیں ہے؛ لیکن اگر حرفِ لین میں صفتِ لین نہ ادا کی جاوے، یا حرفِ لین کو سخت کر دیا جاوے تو حرف بھی غلط ہوگا اور مد بھی نہ ہو سکے گا۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ٦): مد متصل اور منفصل کی مقدار میں کئی قول ہیں: دو الف، ڈھائی الف، چار الف، اور منفصل میں قصر بھی(۱) جائز ہے؛ اِن اقوال میں جس پر جی چاہے عمل کیا جائے گا؛ مگر اِس کا خیال رکھنا چاہیے کہ، مد متصل جب کئی جگہ ہوں تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے وہی دوسری تیسری جگہ رہے، مثلاً: "وَالسَّمَآءَ بِنَآءً" میں اگر اَقوال کو ضرب دیا جائے تو نو وجہیں ہوتی ہیں، اور اُن میں سے تین وجہ مساوات کی ہیں وہ صحیح ہیں، باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں۔ ایسا ہی جب مد منفصل کئی جمع ہوں تو اُن میں بھی اقوال کو خلط نہ کرے، مثلاً: "لَا تُؤَاخِذْنَآ إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ" اِس میں بھی یہ نہ چاہیے کہ، پہلی جگہ ایک قول لے، دوسری جگہ دوسرا قول لیا جائے؛ بلکہ مساوات کا خیال رکھنا چاہیے(۲)۔

---

(۳) یہ مثالیں وقف بالروم کی ہیں، اور وقف بالاشمام کی مثال: "اِنَّـهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ، وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ" ہے۔ ابن ضیاء

نوٹ: حضرت قاری ومقری ابن ضیاءؒ نے حاشیہ ۳ر میں وقف بالاشمام کی جو دو مثالیں پیش کی ہیں، وہ دونوں مثالیں مد عارض وقفی ہی کی ہیں؛ حالاں کہ مؤلفؒ نے فائدہ ۵ر میں مد عارض وقفی اور مد لین عارض کے اجتماع کو بیان فرمایا ہے؛ لہٰذا "لَشَهِيْدٌ" اور "لَشَدِيْدٌ" کے بجائے "اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" اور "لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" کو پیش کرنا مقام اور منشائے مؤلف کے موافق ہوگا۔ محمد رضوان

(۱) دیکھیے صفحہ نمبر ۶۹ حاشیہ ۵ر۔ محمد رضوان

(۲) اِسی طرح اِن مدود میں لغرض الاعلان بھی کہیں دو، کہیں ڈھائی، کہیں چار الف نہ پڑھنا چاہیے؛ اِس لیے کہ اِن میں خلف واجب ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ جس سے جس طرح ثابت ہو اُسی طرح پڑھنا چاہیے، بخلاف مد عارض کے، کہ اُس میں کل قراء سے تینوں وجہیں: طول، توسط، قصر ثابت ہیں، ایسے اختلاف کو "خلافِ جائز" کہتے ہیں؛ البتہ اِفہام وتفہیم کے لیے جس طرح کتاب میں بیان کیا گیا ہے اُسی طرح لکھ کر مقدارِ ضربی سے وجہ صحیح اور غیر صحیح نکال کر سمجھ لیا جائے، اور اگر متصل منفصل ایک جگہ آدے اور اُن میں مساوات نہ رہے تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن متصل پر منفصل کو ترجیح نہ دینا چاہیے؛ اِس لیے کہ متصل، منفصل سے قوی ہے۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۷): جب مد منفصل اور متصل جمع ہوں، اور مثلاً منفصل مقدم ہو متصل پر مثل: "هٰٓؤُلَآءِ" کے، تو جائز ہے منفصل میں قصر اور دو الف؛ اور متصل میں دو الف، ڈھائی الف، چار الف؛ اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جائے تو متصل میں ڈھائی الف، چار الف مد جائز ہے، اور دو الف غیر جائز ہے؛ اِس واسطے کہ متصل منفصل سے اَقویٰ ہے، اور ترجیح ضعیف کی قوی پر غیر جائز ہے؛ اور جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں صرف چار الف مد ہوگا، اور ڈھائی الف، دو الف اِس صورت میں غیر جائز ہوگا، وجہ وہی رُجحان (۱) کی ہے؛ اور جب مد متصل منفصل پر مقدم ہو مثل: "جَآءُوٓا أَبَاهُمْ"، تو اگر متصل میں چار الف مد کیا ہے تو منفصل میں چار الف، ڈھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے، اور اگر ڈھائی الف مد کیا ہے تو منفصل میں ڈھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے، اور چار الف غیر جائز ہے؛ ایسا ہی اگر متصل میں دو الف مد کیا جائے تو منفصل میں صرف دو الف اور قصر ہوگا، اور ڈھائی الف، چار الف مد نہ ہوگا (۲)۔

فائدہ ۸): جب متصل منفصل کئی جمع ہوں مثل: "بِأَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ"، تو انھیں قواعد پر قیاس کر کے وجہِ صحیح، غیر صحیح نکال لی جائے۔

فائدہ ۹): جب متصل کا ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہو اور اُس پر وقف اِسکان یا اشمام (۳) کے ساتھ کیا جائے، مثل: "يَشَآءُ، قُرُوٓءٍ، نَسِيٓءُ"، تو اُس

---

(۱) یعنی ترجیح لازم آئے گی۔ ابن ضیاء

(۲) تاکہ ترجیح لازم نہ آئے۔ ابن ضیاء

(۳) کیوں کہ اسکان اور اشمام کے ساتھ وقف کرنے کی صورت میں مد کے دو سبب جمع ہو جاتے ہیں: ایک ہمزہ، اور دوسرا سکون؛ اِس لیے ایسے موقعوں میں علاوہ توسط کے سببِ عارضی (سکون) کا اعتبار کرتے ہوئے طول بھی جائز ہے؛ لیکن قصر جائز نہیں، جیسا کہ آگے مؤلفؒ بیان ←

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت میں طول بھی جائز ہے، اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہوگا، اِس واسطے کہ اِس صورت میں سببِ اصلی کا اِلغا اور سببِ عارضی کا اِعتبار لازم آتا ہے، اور یہ غیر جائز ہے۔ اور اگر وقف بالروم کیا ہے تو صرف توسط ہوگا (۱)۔

فائدہ ۱۰): خلاف جائز (۲) سے جو وجہیں نکلتی ہیں مثل اوجہِ بسملہ وغیرہ کے، اُن میں سب وجہوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے، اِس قسم کی وجہوں میں ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے؛ البتہ افادہ کے لحاظ سے سب وجہوں کا ایک جگہ جمع کر لینا معیوب نہیں۔

فائدہ ۱۱): اِس فصل میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کہا گیا ہے مراد اُس سے غیر اَولیٰ ہے، قاریٔ ماہر کے واسطے معیوب ہے۔

فائدہ ۱۲): اختلافِ مُرتّب میں خلط کرنا، یعنی ایک لفظ کا اختلاف دوسرے پر موقوف ہو، مثلاً: "فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ" اِس میں "اٰدَمُ" کو مرفوع پڑھیں تو "كَلِمٰتٍ" کو منصوب پڑھنا ضروری ہے، ایسا ہی بالعکس (۳)؛ ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے۔ اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اُس میں دوسرے کو خلط کر دیا، تو کِذب فی الروایت لازم

⊃ فرما رہے ہیں۔ اور اِسکان واشمام کی قید اِس لیے بیان کی کہ، رَوم کی صورت میں حرکت کا تلفظ ہوتا ہے گو خفی وپست ہی سہی، اور حرکت سکون کی ضد ہے۔ محمد رضوان

(۱) رَوم اگرچہ از قسمِ وقف ہے؛ لیکن حکم میں وصل کے ہے، اِس وجہ سے صرف مدِ متصل کا توسط ہوگا۔ ابن ضیاء

(۲) یعنی: جن مختلف فیہ وجہوں پر کل قراء کا اتفاق ہو، مثلِ کیفیتِ وقف اسکان، اشمام، رَوم یا مدِ عارض کے وجوہِ ثلثہ وغیرہ، اُس میں کسی ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے۔ ابن ضیاء

(۳) لیکن بہ روایت حفصؒ یہ عکس جائز نہیں۔ ابن ضیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئے گا؛ اور علی حسب التلاوۃ خلط جائز ہے، مثلاً: حفصؒ کی روایت میں دو طریق مشہور ہیں: ایک امام شاطبیؒ، دوم جزریؒ، تو اُن میں خلط کرنا اِس لحاظ سے کہ دونوں وجہ حفصؒ سے ثابت ہیں کچھ حرج نہیں (۱)، خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہوگئی ہو اور دوسری وجہِ مشہور ثابت عند القراء متروک (۲) ہوگئی ہو، تو ایسی صورت میں لکھنا، پڑھنا، پڑھانا نہایت ضروری ہے، متأخرین کے اَقوال وآراء میں خلط کرنا چنداں مضایقہ نہیں (۳)۔

چوتھی فصل: وقف کے احکام میں

وقف کی تعریف: وقف کے معنیٰ اخیر کلمۂ غیر موصول پر سانس کا توڑنا (۴)۔

---

(۱) جب کہ التزام طرق مقصود نہ ہو، اور اگر التزامِ طریق ہو، یعنی یہ خیال کر کے پڑھے کہ ہم فلاں طریق سے پڑھیں گے، تو اِس صورت میں خلط کرنا درست نہیں، مثلاً: بطریقِ شاطبی مفصل میں قصر نہیں ہے، تو طریق شاطبیؒ سے پڑھنے والوں کے لیے قصر جائز نہیں؛ کیوں کہ کذب فی الطرق لازم آئے گا۔ ابن ضیاء

(۲) یعنی جو وجہ قراء سے ثابت ہو اور عوام نے پڑھنا، پڑھانا ترک کر دیا ہو، ایسی وجہوں کی بابت حکم بیان فرمایا ہے۔ ابن ضیاء

(۳) یعنی جب کہ التزامِ طُرق مقصود نہ ہو تو اختلاطِ طرق اور خلط فی الاقوال جائز ہے، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔ ابن ضیاء

(۴) وقف کی ایک تعریف یہ بھی کی جاتی ہے: قطع الصوت مع النفَس، وإسکان المتحرك إن کان متحرکاً. اِس تعریف کے تین اجزاء ہیں: (۱) قطع الصوت (۲) قطع النفَس (۳) اسکان المتحرک الخ؛ مؤلفؒ نے اِس تعریف سے اِس لیے عدول فرمایا کہ جزءِ ثانی یعنی: قطعِ نفَس، جزءِ اول یعنی: قطعِ صوت کو مستلزم ہے، اور جزءِ ثالث یعنی: اسکان المتحرک الخ وقف بالروم کی حالت میں نہیں پایا جاتا، گویا مؤلفؒ تعریف وہ کرنا چاہتے ہیں جو وقف کی تمام صورتوں کو جامع ہو۔ واللہ أعلم۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابتدا واعادہ کا محل وحکم: اب اگر وہاں پر کوئی آیت ہے، یا کوئی وقف اوقافِ معتبرہ (۱) سے ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتدا کرے؛ ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اُس کو اعادہ کرے۔

وسط کلمہ پر وقف، ابتدا اور اعادہ کا حکم: اور وسط کلمہ پر اور ایسا ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول ہو اُس پر وقف جائز نہیں، ایسا ہی ابتدا اور اعادہ بھی جائز نہیں۔

وقف بالسکون: اب معلوم ہونا چاہیے کہ، جس کلمہ پر سانس توڑنا چاہتا ہے اگر وہ پہلے سے ساکن ہے (۲) تو محض وہاں پر سانس توڑ دیں گے، اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے؛ مگر حرکت اُس کو عارض ہوگئی ہے، تب بھی وقف محض اِسکان (۳) کے ساتھ ہوگا، مثل: "عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ، وَأَنْذِرِ النَّاسَ"۔

وقف بالابدال: اور اگر وہ حرف موقوف متحرک ہے تو اُس کے اخیر میں "ت" بہ صورت "ہ" ہوگی یا نہیں، اگر "ت" بہ صورت "ہ" ہے تو وقف میں اُس "ت" کو "ہائے ساکنہ" سے بدل دیں گے، مثل: "رَحْمَةٌ، نِعْمَةٌ"، اور اگر ایسا نہ ہو تو آخر حرف پر اگر دو زبر ہیں، تو تنوین کو الف سے بدل دیں گے، مثل: "سَوَاءً، هُدًى"۔

وقف بالاسکان: اور اگر حرف موقوف پر ایک زبر ہے تو وقف صرف

(۱) یعنی: وقف لازم، وقف مطلق، وقف جائز اور وقف مجوز وغیرہ؛ جن کی علامات کا بیان بھی آگے آرہا ہے۔ (از: لمعات شمسیہ) محمد رضوان

(۲) جیسے: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" محمد رضوان

(۳) لفظ اسکان بول کر مؤلفؒ اِس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ، ایسے موقع (حرکتِ عارضی) میں وقف بالروم اور وقف بالاشمام جائز نہیں، جیسا کہ آگے فائدہ نمبر ۱ میں پوری وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسکان کے ساتھ ہوگا، مثل: "یَعْلَمُوْنَ" کے۔

محل اسکان واشمام ورَوم: اور اگر اخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں، مثل: "وَبَرْقٌ، یَفْعَلُ"، تو وقف اسکان اور اشمام اور رَوم تینوں سے جائز ہے۔

اِشمام کی تعریف: اشمام کے معنیٰ ہیں حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا۔

رَوم کی تعریف: اور رَوم کے معنیٰ ہیں حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا۔

محل اسکان ورَوم: اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں مثل: "ذُوْانْتِقَامٍ، وَلَا فِی السَّمَاءِ"، تو وقف میں اسکان اور رَوم دونوں جائز ہیں۔

فائدہ ۱): رَوم اور اشمام اُسی حرکت پر ہوگا جو کہ اصلی ہوگی، اور اگر حرکت عارضی ہوگی تو رَوم واشمام جائز نہ ہوگا(۱)؛ مثل: "أَنْذِرِ الَّذِیْنَ، عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ"۔

فائدہ ۲): رَوم کی حالت میں تنوین حذف ہو جائے گی، جیسا کہ ہائے ضمیر کا صلہ وقف بالرَوم اور بالاسکان میں حذف ہوتا ہے(۲) مثل: "بِہٖ، لَہٗ" کے۔

فائدہ ۳): "اَلظُّنُوْنَا" اور "اَلرَّسُوْلَا" اور "اَلسَّبِیْلَا" جو سورۂ احزاب میں ہے، اور پہلا(۳) "قَوَارِیْرَا" جو سورۂ دہر میں ہے، اور "اَنَا" جو

---

(۱) اِس لیے کہ سکونِ اصلی مانعِ رَوم واشمام ہے، لفظ اُنْذِر میں "ر" کا زیر اور علیکم کی "میم" کا پیش یہ حرکتِ عارضی اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ہے۔ ابن ضیاء غفی عنہ

(۲) اور وقف بالاشمام میں بھی حذف ہوتا ہے۔ محمد رضوان

(۳) "پہلا" کی قید دوسرے "قواریرا" سے احتراز کی غرض سے لگائی ہے؛ کیوں کہ دوسرے "قواریرا" کا الف وصل کی طرح وقف میں بھی نہیں پڑھا جائے گا۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضمیر مرفوع منفصل ہے، ایسے ہی "لٰکِنَّا"(۱) جو سورۂ کہف میں ہے؛ اِن کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا، اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا؛ اور "سَلَاسِلَا" جو سورۂ دہر میں ہے، جائز ہے وقف کی حالت میں اثباتِ الف اور حذفِ الف (۲)۔

فائدہ ۴): آیات پر وقف کرنا زیادہ احبّ اور مستحسن ہے، اور اِس کے بعد جہاں "م" لکھی ہو، اور اِس کے بعد جہاں "ط" لکھی ہو، اور اِس کے بعد جہاں "ج" لکھی ہو، اِس کے بعد جہاں "ز" لکھی ہو۔ غیر اَولیٰ کو اولیٰ پر ترجیح نہ دینا چاہیے، یعنی: آیت کو چھوڑ کر غیرِ آیت پر وقف کرنا، یا "م" کی جگہ وصل کر کے "ط" وغیرہ پر وقف کرنا؛ بلکہ ایسا انداز رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت پر، یا "م، ط" پر۔ بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلقِ لفظی ہو (۳) تو وہاں پر وصل اَولیٰ ہے فصل سے، اور وصل کی جگہ صرف وقف، یا وقف کی جگہ صرف (۴) وصل کرنے سے معنیٰ نہیں بدلتے، اور محققین

---

(۱) الظُّنُوْنَا، الرَّسولا، السَّبیلا، أنا، لٰکِنَّا؛ اِن کلمات میں بہ حالتِ وقف اثباتِ الف اِس لیے ہے کہ، وقف رسم الخط کے تابع ہوتا ہے، اور اِن تمام کلمات میں بھی الف مرسوم ہے۔ محمد رضوان

(۲) اثباتِ الف کے ساتھ (سَلَاسِلَا) وقف تو اتباعِ رسم میں ہوا، اور حذفِ الف کے ساتھ (سَلَاسِلْ) وقف اتباعِ وصل میں کیا گیا ہے؛ کیوں کہ حضرت حفصؒ نے اِس کو وصل میں (سَلَاسِلَ) غیر منوّن پڑھا ہے۔ محمد رضوان

(۳) مثلاً: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ وغیرہ۔ محمد رضوان

(۴) مؤلفؒ نے لفظ "صرف" کی قید اس لیے لگائی ہے، کہ کوئی سبب نہ ہو، اور اگر کوئی سبب پایا جائے، اور وہ (سبب) مرادِ خداوندی کے خلافِ معنیٰ کا قصد ہے؛ مثلاً: مَا مِنَ اللّٰهِ پر کوئی بجائے وصل، وقف کرے، اور اس غلط وقف سے جو غلط عقیدہ متوہم ہوتا ہے اس کا قصد بھی کرے، اسی طرح وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ کا وصل، مابعد یعنی: اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ سے کرے اور اس وصل سے جو غلط معنیٰ کا ⊂

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک نہ گناہ نہ کفر ہے؛ البتہ قواعدِ عرفیہ (۱) کے خلاف ہے، جن کا اِتباع کرنا نہایت ضروری ہے؛ تاکہ ایہامِ معنیٰ غیر مراد (۲) لازم نہ آئے۔ ایسا ہی اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہیے: بعض جگہ اعادہ نہایت قبیح ہوتا ہے، جیسا کہ وقف کہیں حسن، کہیں اَحسن، کہیں قبیح، کہیں اقبح ہوتا ہے، ایسا ہی اعادہ بھی چار قسم ہے، تو جہاں سے اعادہ حَسَن یا اَحْسَن ہو وہاں سے کرنا چاہیے؛ ورنہ اعادۂ قبیح سے ابتدا بہتر ہے، مثلاً: "قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ" سے اعادہ حُسَن ہے، اور "اِنَّ اللّٰهَ" سے قبیح ہے۔

فائدہ ۵): تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دَم ہونے کے، ایسا نہ چاہیے۔ قاری کی مثال مثل مسافر اور اَوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں، تو جب ہر منزل پر بلا ضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے، تو ایسا ہی ہر جگہ وقف کرنا فعلِ عبث ہے، جتنی دیر وقف کرے گا اُتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے؛ البتہ لازم، مطلق (۳) پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلقِ لفظی نہ ہو، ایسی جگہ وقف کرنا ضروری (۴) اور مستحسن ہے، کلمہ کو محض ساکن کرنا، یا اَور جو احکام وقف کے ہیں اُن کو کرنا بلا سانس توڑے، اِس کو وقف

⬅ توہم ہوتا ہے؛ یعنی: آپ کو کفار کی یہ بات غم میں نہ ڈالے کہ عزت تو تمام اللہ ہی کے لیے ہے، اس کا قصد بھی کرے تو پھر اس کا یہ قصد موجبِ گناہ یا کفر ہوگا۔ واللہ أعلم. محمد رضوان

(۱) یعنی: جن قواعد کی پابندی عرفاً ضروری ہے، کہ اگر اُس کے خلاف کیا جاوے تو غلط پڑھنے والا قابلِ ملامت ہے، یہاں پر اِس سے مراد قواعدِ عربیہ ہیں۔ ابن ضیاء

(۲) یعنی: مرادِ خداوندی کے خلاف معنیٰ کا وہم۔ محمد رضوان

(۳) یعنی: وقفِ لازم ہو یا وقفِ مطلق ہو۔ ابن ضیاء

(۴) یہاں ضروری بہ معنیٰ مستحسن ہے، بہ معنیٰ شرعی واجب نہیں؛ جیسا کہ متن سے بھی ظاہر ہے۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہتے، یہ سخت غلطی ہے۔

فائدہ ٦): کلمات میں تقطیع اور سکتات (١) نہ ہونا چاہیے، خصوصاً سکون پر؛ البتہ جہاں روایۃً ثابت ہوا ہے وہاں سکتہ کرنا چاہیے، اور یہ چار جگہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آیات پر سکتہ (٢) کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے، اگر سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا، یہ سخت غلطی ہے، وہ سات جگہ یہ ہیں: "دُلْ، هِرَبْ، كِيَوْ، كَنَعْ، كَنَسْ، تَعَلْ، بِعَلْ"؛ اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گڑھ لیے جائیں، تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے، جیسا کہ ملا علی قاریؒ شرح مقدمہ جزریہ میں تحریر فرماتے ہیں: "وَمَا اشْتَهَرَ عَلىٰ لِسَانِ بَعْضِ الْجَهَلَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ لِلشَّيْطٰنِ كَذَا مِنَ الْأَسْمَاءِ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ التَّرَاكِيْبِ مِنَ الْبِنَاءِ فَخَطَأٌ فَاحِشٌ، وَاِطْلَاقٌ قَبِيْحٌ؛ ثُمَّ سَكْتُهُمْ عَلىٰ نَحْوِدَالِ "الْحَمْدُ" وَكَافِ "اِيَّاكَ" وَأَمْثَالِهَا غَلَطٌ صَرِيْحٌ" (٣)۔

---

(١) غلطی سے تقطیع، وسطِ کلمہ میں ہوتی ہے، اور سکتہ آخرِ کلمہ میں ہوتا ہے، باقی کیفیتِ ادا میں کچھ فرق نہیں، آواز دونوں میں بند ہو جاتی ہے اور سانس دونوں میں جاری رہتی ہے، صرف اطلاق اور محل کا فرق ہے۔ ابن ضیاء

(٢) امام جزریؒ (النشر ١/٢٤٣ پر) فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ، سکتہ کا جواز سماع اور نقل کے ساتھ مقید ہے؛ لہٰذا یہ صرف اُسی جگہ جائز ہوگا جہاں روایت سے ثابت ہو؛ کیوں کہ سکتہ ایک مقصود بالذات طریقِ ادا ہے، جس کے لیے روایت سے ثبوت ضروری ہے؛ مگر ابن سعدان (ابوعمرو سے نقل کرتے ہوئے) اور ابوبکر ابن مجاہد- جیسا کہ اِن سے ابوالفضل خزاعی نے نقل کیا ہے- فرماتے ہیں: کہ حالتِ وصل میں رؤوسِ آیات پر مطلقاً سکتہ معنوی جائز ہے، اور بعض نے حدیثِ ام سلمہؓ کو بھی سکتہ پر ہی محمول کیا ہے، بہر حال اگر یہ حمل کرنا صحیح ہے تو آیات پر سکتہ صحیح قرار دیا جائے گا۔ (الجواہر النقیہ ص/٢١٣)۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۷): "کَاَیِّنْ" میں جونون ساکن ہے یہ نون تنوین کا ہے اور مرسوم ہے (۱)، اِس لفظ کے سوا مصحفِ عثمانی میں کہیں تنوین نہیں لکھی جاتی؛ اور قاعدہ سے یہاں تنوین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہیے؛ مگر چوں کہ وقف تابع رسمِ خط کے ہوتا ہے، اور یہاں تنوین مرسوم ہے؛ اِس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی۔

فائدہ ۸): آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی محذوف ہوگا، اور جو مرسوم ہوگا وہ وقف میں بھی ثابت ہوگا۔ ثابت فی الرسم کی مثال: "وَأَقِيْمُوا الصَّلوٰة، تَحْتِهَا الْاَنْهٰارُ، لاتَسْقِي الْحَرْثَ"، اور محذوف فی الرسم کی مثال: "فَارْهَبُوْنِ، وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ" سورۂ نساء میں، "نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ" سورۂ یونس میں (۲)، "مَتَابِ، عِقَابِ" سورۂ رعد میں؛ مگر سورۂ نمل میں جو "فَمَآ اٰتٰنِۦ اللّٰهُ" ہے اِس کی یاء باوجودیکہ غیر مرسوم ہے، وقف میں جائز ہے اِثبات اور حذف؛ اِس واسطے کہ وصل میں حفصؒ اِس کو مفتوح

ↄ (۳) ترجمہ: اور بعض جُہلا کی زبان پر جو مشہور ہے کہ، قرآن میں سورۂ فاتحہ کے اندر مثل اِن تراکیبِ مذکورہ میں شیطان کے سات نام ہیں، پس یہ سخت غلطی اور اطلاق قبیح ہے، پھر اُن کا الحمد کی دال، اور ایاك کے کاف پر، اور اِس کے امثال میں سکتہ کرنا کھلی غلطی ہے۔ ابن ضیاء

(۱) "وکأیِن" کی تنوین کے خلافِ اصول مرسوم ہونے کی توجیہ صاحبِ "نثر المرجان" یوں فرماتے ہیں: وذلك علی مراد الوصل، والمذهبان قد يستعملان في الرسم دلالة علی جواز هما فيه. (نثر المرجان ۱/۴۹۳) یہاں تنوین کو بہ صورت نون لکھنا، یا تو تلفظِ وصل کی رعایت میں، یا پھر تنوین کو کبھی کبھی رعایتِ تلفظ میں بہ صورتِ نون لکھنے کے جواز کو بتلانے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔ (از: فتح الرحمٰن ص/۴۴۷) محمد رضوان

(۲) "ننج المؤمنين" کے ساتھ سورۂ یونس کی قید تعیینِ مقام کے لیے نہیں؛ بلکہ احتراز کے لیے ہے اُس "ننجي المؤمنين" سے جو سورۂ انبیاء میں اثباتِ یاء کے ساتھ ہے، لہٰذا سورۂ یونس میں وقف "ننج" کی جیم اور سورۂ انبیاء میں "ننجي" کی یاء پر ہوگا۔ (از: لمعات) محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہیں، "وَيَدْعُ الإِنْسَانُ" سورۂ اسراء میں، "وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ" سورۂ شوریٰ میں، "يَدْعُ الدَّاعِ" سورۂ قمر میں، "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ" سورۂ علق میں؛ "أَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ" سورۂ نور میں، "أَيُّهَ السَّاحِرُ" سورۂ زخرف میں، "أَيُّهَ الثَّقَلَانِ" سورۂ رحمٰن میں؛ البتہ اگر تماثل فی الرسم (۱) کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا تو اِس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا (۲)، اِس کی مثال: "يُحْيِ، يَسْتَحْيِ، وَإِنْ تَلْوٗا، لِتَسْتَوٗا، جَآءَ (۳)، مَآءً، سَوَآءً (۴)، تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ" (۵)۔

---

(۱) تماثل فی الرسم کا مطلب: لکھائی میں ایک جیسا ہونا۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

(۲) کیوں کہ اِس قسم کا محذوف حکماً مرسوم ہوتا ہے۔ محمد رضوان

(۳) مؤلفؒ کلمہ "جاء" کو محذوف فی الرسم بوجہ تماثل کی اَمثلہ کے سلسلے میں لائے ہیں، حالاں کہ ہمزہ کی رسم کے جو اُصول ہیں اُن کے اعتبار سے "جاء" میں ہمزہ متطرفہ متحرکہ ماقبل ساکن کو محذوف الشکل ہونا چاہیے؟ جواب یہ ہے کہ، کلمہ "جاء" اصل میں جَيَأَ (اجوف یائی) ہے، اور ہمزہ متحرک درحقیقت متحرک کے بعد مثل "بدأ" اور "قرأ" کے الف کی شکل میں تھا؛ لیکن جب حسبِ قاعدہ تعلیل کی گئی، یعنی یائے متحرک ماقبل مفتوح، اِس یاء کو الف سے بدلا گیا، اب تماثل ہوا، جس کی وجہ سے ہمزہ کی شکل کو حذف کر دیا گیا، تو گویا مؤلفؒ کلمہ کی اصل کے اعتبار سے "جاء" کو تماثل فی الرسم کی اَمثلہ میں لائے ہیں۔ (مستفاد از: تعلیقات) محمد رضوان

(۴) "ماء" اور "سواء" یہ دونوں منصوب منوّن مراد ہیں؛ کیوں کہ اِن دونوں کلموں کی بقیہ صورتوں میں ہمزہ کی شکل وضعاً محذوف ہے نہ کہ تماثل کی وجہ سے، اب منصوب منون ہونے کی صورت میں تین الفات میں تماثل ہوگا، اِس طرح کہ: ایک تو الف بنائی ہے جو "ماء" میں میم کے بعد اور "سواء" میں واو کے بعد واقع ہوا ہے، اور دوسرا ہمزہ متوسطہ مفتوحہ بہ شکلِ الف ہے، اور تیسرا تنوینِ نصبی کا الف ہے؛ اِن تین الفات میں سے آخری دو کو رسماً بوجہ تماثل محذوف کر دیا گیا، صرف ایک الف بِنائی کو باقی رکھا گیا ہے؛ مگر وقف میں تینوں ثابت ہوں گے۔ (مستفاد از: تعلیقات ولمعات) محمد رضوان

(۵) اِس کلمہ کی اصل "تَرَاءَیَ" بروزن تَفَاعَلَ ہے، اِس میں کل تین الف ہیں: ایک راء کے بعد الفِ تفاعل ہے، اور دوسرا ہمزۂ متوسطہ مفتوحہ بہ شکلِ الف ہے، اور تیسرا الف مبدَل عن الیاء ہے، ☚

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۹): ”لَا تَـأْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ“ اصل میں ”لَا تَـأْمَنُنَا“ دونون ہیں: اور پہلا نون مضموم ہے دوسرا مفتوح، اور لا نافیہ ہے؛ اِس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں؛ بلکہ ادغام کے ساتھ اشمام (۱) ضرور کرنا چاہیے، اور اظہار کی حالت میں رَوم (۲) ضروری ہے۔

فائدہ ۱۰): حرف مبدوء (۳) اور موقوف کا خیال رکھنا چاہیے، کہ کامل طور سے ادا ہو؛ خاص کر جب ہمزہ یا عینِ موقوف کسی حرف ساکن کے

☜ یہاں بھی صرف ایک ہی کو باقی رکھا جائے گا اور دو کو حذف کر دیا جائے گا؛ لیکن یاد رہے کہ، الفاتِ ثلاثہ میں سے (ثانی) بالاتفاق محذوف ہے، اب باقی دو میں سے اول محذوف ہے یا ثالث؟ اِس میں اختلاف ہے: علامہ دانیؒ کی رائے میں اول محذوف ہے، اور دیگر عُلما کے نزدیک ثالث محذوف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الرحمٰن ص: ۴۵۰، ۴۵۱؛ لیکن وقف میں تینوں الف ثابت فی التلفظ ہوں گے۔ محمد رضوان

(۱) ادغام کے ساتھ اِشمام کی ادا کا طریقہ بندہ نے اپنے استاذ شیخ القراء، حضرت مولانا قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم سے جو سنا، وہ یہ ہے کہ، نونِ مدغم کے سکون کے بعد تراخیٔ غنّہ اور تشدید کی تکمیل سے پہلے ہونٹوں سے نونِ اول (مدغم) کے ضمہ کی طرف اشارہ کیا جائے، پھر فوراً ہونٹوں کو اپنی اصلی ہیئت پر لاکر زمانۂ غنّہ اور تشدید کو کامل کیا جائے۔ یہی قول علامہ ابو محمد مکی ابن ابی طالب قیسیؒ کا ہے، جیسا کہ حافظ ابو شامہؒ فرماتے ہیں: قال مكي: لا تأمنا بإشمام النون الساكنة الضم بعد الإدغام وقبل استكمال التشديد. (ابراز المعانی شرح حرز الامانی ۲۶۳/۳) ویسے اِس اشمام کی کیفیتِ ادا کی بابت عُلما کے علاوہ قولِ مذکور اَور بھی بہت سے اقوال ہیں، جن میں اضطراب ہے؛ اِسی لیے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ: اَولیٰ یہ ہے کہ، رَوم ہی کو اختیار کیا جائے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (عنایاتِ رحمانی ۵۲۵/۳) محمد رضوان

(۲) اظہار کے ساتھ روم کی ادا کا طریقہ یہ ہے کہ ادا تو دونوں نون: یعنی: نون اول مضموم اور نون ثانی مفتوح کو کیا جائے، لیکن پہلے نون کے ضمہ کو ادا کرتے وقت آواز خفی اور پست ہو، پھر دوسرے نون کو ادا کیا جائے، اور اس بات کا پورا خیال رہے کہ تشدید نہ پیدا ہونے پائے۔ محمد رضوان

(۳) یعنی: جس کلمہ سے ابتدا کی جاوے۔ ابن ضیاء عفی عنہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بعد ہو، مثل: "شَيْءٌ، سُوْءٍ، جُوْعٍ"، اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل نہیں ادا ہوتا، یا ناقص ادا ہوتا ہے۔

فائدہ ۱۱): نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ ہے: ایک "وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصَّاغِرِيْنَ" سورۂ یوسف میں، دوسرا "لَنَسْفَعًا" سورۂ اِقرأ میں۔ یہ نون وقف میں الف سے بدل جائے گا، اِس وجہ سے کہ اِس کی رسم الف کے ساتھ ہے۔

خاتمہ

پہلی فصل

قاری ومقری کے لیے چار ضروری علوم: جاننا چاہیے کہ قاری مقری کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے:

[۱] ایک تو علمِ تجوید، یعنی: حروف کے مخارج اور اُس کے صفات کا جاننا۔

[۲] دوسرا علمِ اَوقاف ہے، یعنی: اِس بات کو جاننا کہ اِس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہیے اور کس طرح نہ کرنا چاہیے؟ اور کہاں معنیٰ کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے؟ تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں، اور اَوقاف جو قبیلِ ادا(۱) سے ہیں وہ بھی بیان کر دیے گئے، اور جو قبیلِ معانی(۲) سے ہیں مختصر طور سے اُن کے رُموز(۳) کا بھی- جو دال

(۱) قبیل ادا سے مراد کیفیت کے اعتبار سے وقف کی قِسمیں ہیں، یعنی: اسکان، اشمام، وغیرہ۔ محمد رضوان

(۲) قبیلِ معانی سے مراد معنیٰ کے لحاظ سے وقف کے اقسام ہیں، یعنی: احسن، حسن، قبیح وغیرہ۔ دیکھیے فصل چوتھی، وقف کے بیان میں فائدہ نمبر ۴۔ محمد رضوان

(۳) یعنی: میم، طاء اور جیم وغیرہ۔ دیکھیے فصل چوتھی فائدہ نمبر ۴۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علی المعانی ہیں- بیان کر دیا، اور بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی اور مقصود اِختصار ہے۔

۳ اور تیسرے رسمِ عثمانی ہے، اِس کا بھی جاننا نہایت ضروری ہے، یعنی: کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہیے؟ کیوں کہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے اور کہیں غیر مطابق، اب اگر ایسے موقع پر جہاں مطابقت نہیں ہے وہاں لفظ کو مطابقِ رسم کے تلفُّظ کیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی، مثلاً:

"رَحْمٰن" بے الف کے لکھا جاتا ہے، اور "بِـأَيْيدٍ" سورۂ ذاریٰت (۱) میں دو "ی" سے لکھا جاتا ہے، اور "لَاالِي اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ (۲)، لَااَوْضَعُوْا (۳)،

---

(۱) سورۂ ذاریات، آیت: ۴۷۔ محمد رضوان

(۲) لاالی اللہ تحشرون (سورۂ آل عمران، آیت: ۱۵۸) اِسی طرح ایک کلمہ اَور بھی ہے جس میں لام تاکید کے بعد (اِلی) ہے، اور لکھنے میں لام الف ہے، یعنی: لَا اِلَی الْجَحِیْمِ (سورۂ صافات، آیت: ۶۸) لیکن مؤلفؒ نے اِس کو یہاں بیان نہیں فرمایا، اِن دونوں کلمات میں لام کے بعد الف کی زیادتی میں خُلف ہے جیسا کہ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: "وَعَنْ خُلْفٍ مَعاً لَا إِلَى" (عقیلہ ش: ۷۷) اس کی شرح میں- جو خود صاحبِ فوائدِ مکیہ کی ہے- لکھتے ہیں: "أما قوله تعالى: "لا الى الله تحشرون" في آل عمران و"لا الى الجحيم" في والصفت، فاختلفت المصاحف في زيادة الألف بعد اللام الف فيهما الخ (افضل الدرر، ص: ۲۸، ۲۹) معلوم نہیں یہاں اِس رسالہ میں اول الذکر پر کیوں اکتفا کیا؟ ممکن ہے کہ بوقتِ املا یا کتابت رہ گیا ہو، یا یہ کہ رہ تو نہیں گیا عمداً ترک کر دیا! کیوں کہ دونوں ہی کلمات میں لام تاکید کے بعد (الیٰ) ہے، اور دونوں میں خُلف بھی ہے جیسا کہ ابھی ابھی اوپر گذرا۔ نیز یہ کہ ہمارے مصاحف میں ایک الف کو زائد بتا بھی دیا گیا ہے۔ والله أعلم بالصواب. رضوان

(۳) "لااوضعوا" (سورۂ توبہ، آیت: ۴۷) اِس کلمہ میں اَجِلّہٗ اہلِ رسم کے نزدیک لام کے بعد الف کی زیادتی ہے، جیسا کہ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: "وَزَادَ اللَّامَ لِفْ أَلِـفًا": لَآ اَوْضَعُوْا جُلُّهُمْ (عقیلہ ش: ۷۶) اِس کی شرح میں صاحب فوائدِ مکیہ تحریر فرماتے ہیں: "والمعنى وزاد أجلة أهل الرسم ألفا بعد اللام الف من قوله تعالى: ﴿ولااوضعوا خلالكم﴾ في التوبة، ففهم من ⬅

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَااذْبَحَنَّهُ(۱)، لَاانْتُمْ(۲)" اِن چار جگہوں میں لام تاکید کا ہے، اور لکھنے میں لام الف ہے، اب اِن جگہوں میں مطابقتِ رسم سے لفظ مہمل (۳)، اور مثبت

هذا أن غير الأجلة لم يزيدوا ألفاً فيه. (افضل الدرر، ص:۲۸) یعنی: "زاد جلهم" سے یہ ثابت ہوا کہ، اجلۂ اہل رسم نے لام کے بعد الف زیادہ کیا ہے، تو اِس سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ اجلۂ اہلِ رسم کے علاوہ نے الف زیادہ نہیں کیا۔ محمد رضوان

(۱) "لَا اذْبَحَنَّهُ" (سورۂ نمل، آیت:۲۱) اِس کلمہ کی رسم تمام اہلِ رسم کے اتفاق سے بالالف ہے، امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: "وَأَجْمَعُوْا زُمَرًا: : لَا اذْبَحَنَّ" (عقیلہ، ش:۷۶، ۷۷) اِس کی شرح میں مؤلفؒ فرماتے ہیں: "واتفق جميع أهل الرسم في زيادة الألف من قوله تعالى "لاإذبحنه" في التوبه. (افضل الدرر، ص:۲۸) محمد رضوان

(۲) "لَاانْتُمْ" (سورۂ حشر، آیت:۱۳) میں الف کی زیادتی فن کی معتبر اور متداول کتب مثل: المقنع للدانیؒ اور عقیلہ للشاطبیؒ وغیرہ میں اِس کا ذکر نہیں، صرف "مورد الظمآن" (جو کہ علم رسم میں منظوم کتاب ہے) میں اِس کا ذکر ہے، صاحبِ "نثر المرجان" لکھتے ہیں: "وبدون زيادة ألف بعدها وهو مرسوم في مصحف الجزري، وفي مورد الظمآن "لَاانْتُمْ" بزيادة ألف بين الهمزة والنون، ولا اعتداد به؛ لأنه لم يذكره أحد من الأئمه، والله أعلم بالصواب. (نثر المرجان ۷/۲۰۷) دیکھیے فتح الرحمٰن ص/۴۴۳۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اِس کلمہ میں الف کی زیادتی ضعیف درجہ میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ، مؤلفؒ نے کلمۂ "لَاانْتُمْ" کو باوجود اِس کے ضعف کے کیوں بیان فرمایا؟ تو اِس کے دو جواب ہوسکتے ہیں: (۱) اِس موقع پر مؤلفؒ کو چند ایسی مثالیں دینا مقصود تھا جن کا رسمِ خط بالالف ہو اور تلفظ بدونِ الف کے، اِس سلسلے میں جو کلمات ذہن میں آگئے وہ بیان کردیے، قطع نظر اِس سے کہ کس کلمہ میں الف کی زیادتی راجح اور قوی ہے اور کس میں ضعیف ہے۔ از: تعلیقات (۲) چوں کہ ہمارے یہاں کے مصاحف میں اِس پانچویں: "لَاانْتُمْ" میں بھی الف زائد مرسوم ہے؛ اِس لیے ہمارے مصنفؒ نے بھی اِس کو بیان فرمادیا۔ (فتح الرحمٰن ص:۴۴۳) تاکہ اِس میں بھی الف پڑھنے سے حذر کیا جائے۔ محمد رضوان

(۳) یعنی: "رحمن" اور "بأييد" وغیرہ میں۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منفی (۱) ہو جاتا ہے۔

رسم توقیفی کا حکم: اور یہ رسم توقیفی (۲) اور سماعی ہے، اِس کے خلاف لکھنا جائز نہیں۔

رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر پہلی دلیل: اِس واسطے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جس وقت قرآن شریف نازل ہوتا تھا، اُسی وقت لکھا جاتا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس متفرق طور سے لکھا ہوا تھا۔

جمع اول: اِس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اِکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا۔

جمع ثانی: پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نہایت ہی اِہتمام اور اجماعِ صحابہ سے متعدد قرآن شریف لکھوا کر جا بہ جا بھیجے گئے۔

جمع اول وثانی کا فرق: جمع اول اور جمع ثانی میں اِتنا فرق ہے کہ، پہلی دفعہ میں جمع غیر مرتَّب تھا، اور جمعِ ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِس کام کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا؛ کیوں کہ یہ کاتب الوحی تھے، اور عَرضۂ (۳) اخیرہ کے مُشاہِد، اور اِسی عرضہ کے موافق جناب حضرت رسول مقبول ﷺ کو

(۱) یعنی: "لا الی اللہ تحشرون" وغیرہ کلمات میں۔ محمد رضوان

(۲) یعنی: جس طرح جو رسم ثابت ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہے۔ ابن ضیاء عفی عنہ

(۳) اس کے معنیٰ دَور کے ہیں، یعنی: حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ جو آخری مرتبہ قرآن پاک کا دَور فرمایا تھا۔ ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ ناروی الہ آبادی ۳ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ یوم جمعہ مبارک۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن سنایا تھا، اور باوجود سارے کلام مجید مع سبعہ احرف (۱) کے حافظ ہونے

(۱) سبعہ احرف سے مراد اختلافِ قرأت کی سات وجوہ ہیں، چناں چہ قراءات تو اگرچہ سات سے زائد ہیں؛ لیکن اِن قراءات میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں، وہ سات اَقسام میں منحصر ہیں، وہ یہ ہیں:

[۱] اسماء کا اختلاف، جس میں اِفراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر وتانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے، مثلاً: تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (الأنعام: ۱۱۵) امام عاصم، حمزہ، کِسائی، یعقوب، خَلَف کی قرأت میں اِفراد کے ساتھ، باقی ائمہ کے یہاں جمع کے صیغے سے "كَلِمٰتُ" ہے۔

[۲] افعال کا اختلاف، کہ کسی قرأت میں صیغۂ ماضی ہو، کسی میں مضارع اور کسی میں امر، مثلاً: رَبَّنَا بَعِدَ بَيْنَ أَسْفَارِنَا. (سبا: ۱۹) امام ابن کثیر، ابوعَمرو، ہشام کے یہاں بابِ تفعیل سے امر ہے، اور امام یعقوب کے یہاں بابِ مفاعلہ سے "بٰعِدَ" صیغۂ ماضی ہے، اور باقی ائمہ مفاعلہ سے امر "بٰعِدْ" پڑھتے ہیں۔

[۳] وجوہِ اعراب کا اختلاف، جس میں اعراب یا حرکات مختلف قراءتوں میں مختلف ہوں، مثلاً: لَا يُضَارَّ (البقرة: ۲۸۲) امام ابوجعفر کے علاوہ باقی ائمہ راء کی تشدید اور فتحہ کے ساتھ، اور ابوجعفر راء کی تخفیف اور اِسکان کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

[۴] الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف، کہ ایک قرأت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو، مثلاً: وَأَوْصىٰ (البقرة: ۱۳۲) امام نافع، ابن عامر، ابوجعفر کے نزدیک، اور باقی ائمہ "وَوَصّٰى" پڑھتے ہیں۔

[۵] تقدیم وتأخیر کا اختلاف، کہ ایک قرأت میں کوئی لفظ مقدّم اور دوسری میں مؤخر ہے، مثلاً: وَقُتِلُوْا وَقَتَلُوْا (ال عمران: ۱۹۵) حمزہ، کسائی، خَلَف۔ وَقَتَلُوْا وَقُتِلُوْا، ابن کثیر، ابن عامر۔ وَقَتَلُوْا وَقُتِلُوْا باقی ائمہ کے نزدیک۔

[۶] بدلیت کا اختلاف، کہ ایک قرأت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قرأت میں اُس کی جگہ دوسرا لفظ، مثلاً: نُنْشِزُهَا (البقرة: ۲۵۹) ابن عامر اور کوفیین زائے معجمہ سے، اور باقی ائمہ رائے مہملہ سے پڑھتے ہیں۔

[۷] اختلافِ لغات، یعنی فتح، امالہ، ترقیق، تفخیم، تحقیق، تسہیل، ادغام، اظہار وغیرہ کے اختلافات شامل ہیں، مثلاً: مُوْسىٰ، امام حمزہ، کِسائی، خَلَف امالہ، ورش تقلیل بالخُلف اور ابوعَمرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پھر بھی یہ اِحتیاط اور اِہتمام تھا کہ، تمام صحابۂ کرام کو حکم تھا کہ جو کچھ جس کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو وہ لا کر پیش کریں، اور کم از کم دو دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو، کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ لکھا گیا ہے، اور جیسا کہ صحابۂ کرام نے حضرت رسول مقبول ﷺ کے سامنے لکھا تھا، ویسا ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضي اللّٰهُ عَنهُما نے لکھوایا۔

دوسری دلیل: بلکہ بعض ائمۂ اہلِ رسم اِس کے قائل ہیں کہ: یہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ ﷺ کے اَمر اور اِملا سے ثابت ہوئی ہے، اِس طرح پر یہ قرآن شریف بہ اجماعِ صحابۂ کرام اِس رسمِ خاص پر غیر معرب غیر مُنقّط لکھا گیا، اِس کے بعد قرنِ ثانی (۱) میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دیے گئے، اب معلوم ہوا کہ یہ رسم توقیفی ہے۔

تیسری دلیل: ورنہ جس طرح ائمۂ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لیے دیے ہیں ایسا ہی رسمِ غیر مطابق کو مطابق کر دیتے، اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ، حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عثمان رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنهُمَا اور جمیع صحابہ اِس غیر مطابق اور زوائد کو دیکھتے اور پھر اس کی اِصلاح نہ فرماتے، خاص کر قرآن شریف میں؛ اِسی واسطے جمیع خُلَفا اور صحابہ

⬅ بلا خلاف تقلیل کرتے ہیں، اور باقی ائمہ کے نزدیک فتح ہے۔ "وَبِالْاٰخِرَةِ" کی راء کو ورش ترقیق سے اور باقی ائمہ تفخیم سے پڑھتے ہیں۔ اور "ءَاَنْذَرْتَهُمْ" جیسی مثالوں میں بعض ائمہ دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں اور بعض ائمہ تحقیق سے پڑھتے ہیں۔ اَتَّخَذْتُمْ (البقرہ: ۸۰) میں ابن کثیر، حفص، رُویس ذال کے اظہار سے، اور باقی ائمہ ذال کے تاء میں ادغام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ تفصیل "النشر" (۲۶/۱، ۲۷، ۲۸) اور "علوم القرآن" (مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی، ص/۱۰۶ تا ص/۱۱۰) میں دیکھیے۔ محمد رضوان

(۱) یعنی: عہد صحابہ کے بعد کا زمانہ۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تابعین اور تبعِ تابعین اور ائمۂ اربعہ وغیرہم نے اِس رسم کو تسلیم کیا ہے، اور اِس کے خلاف کو خلافِ جائز کی جگہ جائز نہیں رکھا(۱)۔

اور بعض اہلِ کشف نے اِس رسمِ خاص میں بڑے بڑے اَسرار بیان کیے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ، یہ رسم بمنزلۂ حروفِ مقطّعات اور آیاتِ متشابہات(۲) کے ہے، ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ، وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ، كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا﴾۔

[۴] اور چوتھے علم قرأت ہے، اور یہ وہ علم ہے جس سے اختلافِ الفاظِ وحی کے معلوم ہوتے ہیں۔

اور قرأت کی دو قسم ہے:

قراءات متواترہ اور ان کا حکم: ایک تو وہ قرأت ہے جس کا پڑھنا صحیح ہے، اور اُس کی قرآنیت کا اعتقاد کرنا ضروری اور لازمی ہے، اور انکار اور استہزا گناہ اور کفر ہے۔ اور یہ وہ قرأت ہے جو قراءِ عشرہ(۳) سے بہ طریق

---

(۱) یعنی: جس طرح خلافِ جائز کے وجوہ میں سے کسی ایک پر عمل کرنا درست ہوتا ہے، اِس طرح قرآن کے اِس رسمِ خاص کے خلاف پر عمل کرنا درست نہیں۔ (از: لمعات) محمد رضوان

(۲) مطلب یہ ہے کہ، جس طرح قرآن مجید کی آیات متشابہات اور حروف مقطعات کی حقیقی مراد تک مخلوق کی رَسائی نہیں ہوسکتی؛ لیکن ایمان لانا اُن پر بھی ضروری ہے، اسی طرح قرآن مجید کے بعض کلمات کی رسم کے تلفُّظ کے خلاف ہونے کی وجہ بھی اگرچہ ہمیں معلوم نہیں ہوسکتی؛ لیکن اعتقاد یہی رکھنا ضروری ہے کہ، یہ صحیح اور درست ہے۔ (مستفاد از: توضیحات) محمد رضوان

(۳) یعنی: دس قاری، اور مراد اِن سے مَندرِجۂ ذیل دس حضرات ہیں: (۱) امام نافع مدنیؒ (۲) امام عبداللہ ابن کثیر مکیؒ (۳) امام ابوعمرو بصریؒ (۴) امام ابن عامر شامیؒ (۵) امام عاصم کوفیؒ (۶) امام حمزہ کوفیؒ (۷) امام کسائی کوفیؒ (۸) امام ابوجعفر مدنیؒ (۹) امام یعقوب حضرمیؒ (۱۰) امام خَلَف کوفیؒ۔ محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تواتر اور شہرت ثابت ہوئی ہے(۱)۔

قراءات شاذہ اور ان کا حکم: اور جو قرأت اُن سے بہ طریقِ تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں، یا اُن کے ماسوا سے مروی ہیں وہ سب شاذّہ ہیں۔ اور شاذّہ کا حکم یہ ہے کہ، اُس کا پڑھنا قرآنیت کے اعتقاد سے یا اِس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وہم ہو، حرام اور ناجائز ہے۔

تنبیہ: آج کل یہ بلا بہت ہو رہی ہے کہ، کوئی قرأت متواترہ پڑھے تو مسخرا پن کرتے ہیں، اور ''ٹیڑھی بانکی قرأت'' سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض حُفّاظ، قاری صاحب بننے کو تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلافِ قرأت سے پڑھنے لگتے ہیں، اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کونسی قرأت ہے؟ آیا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور شاذ ہے یا متواتر؟ دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا کہ، کس درجہ بُرا کرتے ہیں۔

دوسری فصل

الحان وانغام کا حکم اور اُن میں فرق: قرآن شریف کو الحان اور انغام(۲) کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے: بعض حرام، بعض

---

(۱) بہ طریق تواتر اور شہرت ثابت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ، یہ قراءتیں اُن حضرات سے ایسی مسلسل اور لگاتار نقل کے ذریعہ پہنچیں اور ثابت ہوئی ہیں جس میں جھوٹ اور غلط بیانی کا امکان نہیں۔ (از: توضیحات) محمد رضوان

(۲) الحان کے معنیٰ طبعی لہجہ کے ہیں، جیسا کہ آگے مؤلفؒ نے بھی الحان کے یہی معنیٰ بیان فرمائے ہیں، فرماتے ہیں: ''طرزِ طبعی کو ''لہجہ'' کہتے ہیں''۔ اور انغام کے معنیٰ راگ راگنی کے ہیں، یعنی: تحسینِ صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کیے گئے ہیں جسے ''علم موسیقی'' کہتے ہیں، اُن کی رعایت کر کے پڑھنا۔ اوّل محمود اور مأمور بہ ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا. یعنی: قرآن کریم کو عربوں کے لہجوں اور اُن کی آوازوں میں پڑھو۔ اور ثانی مذموم اور منہی عنہ ⊂

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکروہ، بعض مُباح، بعض مستحب (۱) کہتے ہیں۔ پھر اطلاق اور تقیید میں بھی اختلاف ہے (۲)؛ مگر قولِ محقّق اور مُعتبر یہ ہے کہ، اگر قواعدِ موسیقیہ کے لحاظ سے قواعد تجوید کے بگڑ جائیں، تب تو مکروہ یا حرام ہے؛ ورنہ مُباح ہے یا مستحب۔ اور مطلقاً (۳) تحسینِ صوت سے پڑھنا مع رعایتِ قواعدِ تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے، جیسا کہ اہلِ عرب عموماً خوش آوازی اور بلا تکلُّف بلا رعایتِ قواعدِ موسیقیہ کے؛ بلکہ اکثر قواعدِ موسیقیہ سے ذرّہ بھر بھی واقف نہیں ہوتے، اور نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھتے ہیں، اور یہ خوش آوازی اُن کی طبعی اور جبلّی ہے؛ اِسی واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے، ہر ایک اپنے لہجہ کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے؛ بہ خلاف اِنغام کے، کہ اُن کے اوقات مقرر ہیں کہ دوسرے وقت میں نہیں بنتے، اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ نغم اور لہجہ میں کیا فرق ہے۔

ہے، چناں چہ ارشادِ نبوی ہے: وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونَ أَهْلِ الْفِسْقِ وَالْعِشْقِ وَالْكَنَائِنِ. یعنی: فاسقوں اور عاشقوں اور یہود و نصاریٰ کے لہجوں سے بچو۔ (از: نہایۃ القول المفید ص: ۸) محمد رضوان

(۱) لیکن اِباحت اور استحباب کا حکم صرف اِلحان سے متعلّق ہے۔ محمد رضوان

(۲) یعنی: بعض لوگ الحان اور لہجہ کو علی الاطلاق کسی شرط کے بغیر حرام، یا مکروہ، یا مُباح، یا مستحب کہتے ہیں، اور بعض نے شرط لگائی ہے کہ، اگر اِلحان کے ساتھ پڑھنے میں لحن جلی واقع ہو تو ایسا اِلحان حرام ہے، اور اگر لحن خفی واقع ہو تو مکروہ ہے، اور اگر اِلحان کی وجہ سے لحن جلی واقع ہوتی ہے نہ خفی تو ایسا اِلحان مُباح ہے، اور اگر اِلحان کی وجہ سے لحن تو درکنار؛ بلکہ مشق میں اَور پختگی پیدا ہوتی ہے تو ایسا اِلحان مستحب ہے؛ لیکن تقیید والا قول ہی مختار ہے، جیسا کہ آگے مؤلفؒ نے بھی اِسی قول کو محقّق اور معتبر قرار دیا ہے۔ (از: توضیحات بتغیر) محمد رضوان

(۳) یعنی: لہجہ کی رعایت کا خیال کیے بغیر۔ مطلب مؤلفؒ کا یہ ہے کہ، الحان کے ساتھ پڑھنے میں تو کچھ اختلاف ہے بھی؛ لیکن خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ملخصاً از: توضیحات) محمد رضوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحان وانغام کی تعریف: طرزِ طبعی کو ''لہجہ'' کہتے ہیں، بہ خلاف نغم کے۔ اب یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ، اِنغام کسے کہتے ہیں؟ وہ یہ ہے کہ، تحسینِ صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کیے گئے ہیں اُن کا لحاظ کر کے پڑھنا، یعنی: کہیں گھٹانا، کہیں بڑھانا، کہیں جلدی کرنا، کہیں نہ کرنا، کہیں آواز کو پست کرنا، کہیں بلند کرنا، کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا، کسی کو نرمی سے، کہیں رونے کی سی آواز نکالنا، کہیں کچھ، کہیں کچھ؛ جو جانتا ہو وہ بیان کرے۔

تحسین صوت اور نغم میں تلازم ہے: البتہ جو بڑے بڑے اِس فن کے ماہر ہیں، اُن کے قول یہ سُنے گئے ہیں کہ: اِس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی، ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا؛ خصوصاً جب انسان ذوق شوق میں کوئی چیز پڑھے گا، باوجودیکہ وہ کچھ بھی اِس فن سے واقف نہ ہو؛ مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد ہوگا، اسی واسطے بعض محتاط لوگوں نے اِس طرح پڑھنا شروع کیا ہے کہ تحسینِ صوت کا ذرّہ بھر بھی نام نہ آوے؛ کیوں کہ تحسینِ صوت کو لازم ہے نغم، اور اِس سے احتیاط ہے، اور یہی بعض اہلِ احتیاط اہلِ عرب کو کہتے ہیں کہ: وہ لوگ تو گا کے پڑھتے ہیں، حالاں کہ یہ تحسین کسی طرح ممنوع نہیں، اور نہ اِس سے مَفر ہے۔

خلاصۂ فصل: خلاصہ اور ماحصل ہمارا یہ ہے کہ، قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنا، اور فی الجملہ خوش آوازی سے پڑھے اور قواعد موسیقیہ کا خیال نہ کرے، کہ موافق ہے یا مخالف، اور صحتِ حروف اور معانی کا خیال کرے، اور معنیٰ اگر نہ جانتا ہو تو اِتنا ہی خیال کافی ہے کہ، مالک الملک عَزَّوَجَلَّ کے کلام کو پڑھ رہا ہوں اور وہ سن رہا ہے۔ اور پڑھنے کے آداب مشہور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جدید نظر ثانی ایڈیشن

النحو في الكلام كالملح في الطعام

نحو میر (جدید)

اس کتاب میں علم نحو کے ابتدائی تمام ضروری قواعد کا ذکر کیا گیا ہے جو ایک عربی سیکھنے والے طالب علم کیلئے نہایت مفید ہیں۔ ہر عربی لفظ کا اردو ترجمہ اور آسان زبان میں تشریح کے ساتھ "تصحیح و نظر ثانی کے بعد" پہلی مرتبہ شائع ہوئی

از
حضرت مولانا مفتی محمد سعید ندوی صاحب
مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراقی الفلاح

شرح

نور الایضاح

تصنیف
حسن بن عمار شرنبلالی

ترجمہ
مولانا محمد عارف جمیل مبارکپوری
استاذ دارالعلوم دیوبند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

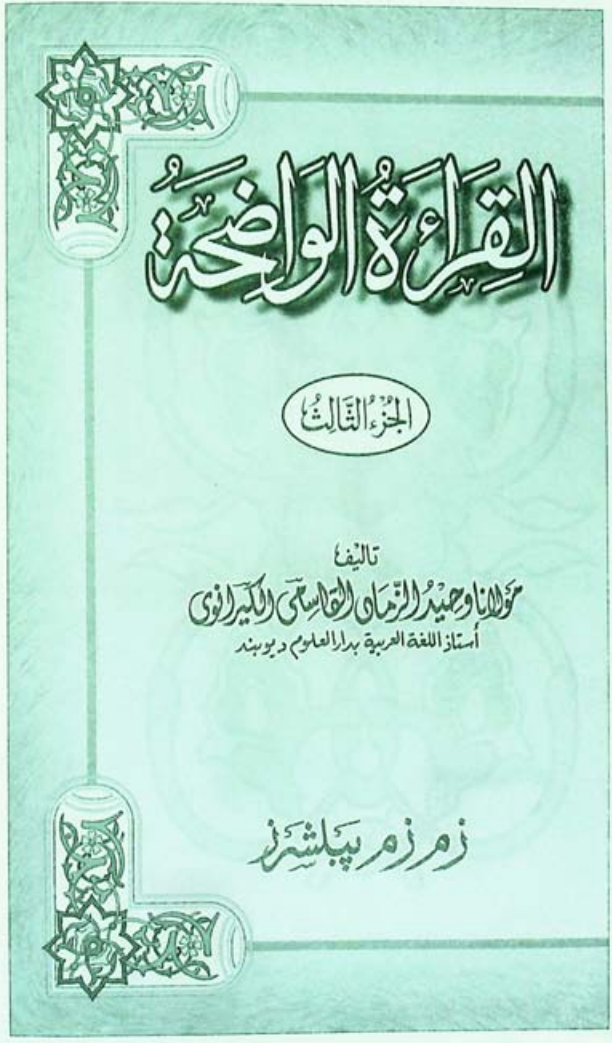

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

زمزم پبلشرز کی دیگر مطبوعات

اس کتاب میں امام عاصم ؒ کے شاگرد امام حفص ؒ کی روایت کے مطابق قواعد لکھے گئے ہیں جو کہ بطریق شاطبیہ کے ہیں۔

۷۸ صفحات

(جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن)

اس کتاب کی مقبولیت کے پیش نظر ”زمزم پبلشرز“ نے امپورٹڈ صفحہ پر جدید کمپوزنگ میں ۲ رنگ میں طبع کیا ہے۔ تصحیح تحقیق و تعلیق: الشیخ مصطفی محمد عمارہ۔ مزید سہولت کے پیش نظر پاکٹ سائز میں بھی طبع کی گئی ہے۔

۵۷۸ صفحات

زاد الطالبین کسی تعارف کی محتاج نہیں، مشکوۃ المصابیح سے ماخوذ شدہ احادیث کا حسین مجموعہ روز تحریر سے نصاب تعلیم میں شامل ہے۔ زمزم پبلشرز نے عمدہ کتابت میں تصحیح کا اہتمام کرتے ہوئے ۲ رنگ میں طبع کی ہے۔

(خوبصورت کتابت شدہ ۲ رنگ میں)

۷۲ صفحات

فقہ کی مشہور و معروف کتاب نور الایضاح جو درس نظام میں پڑھائی جاتی ہے۔ عمدہ کتابت کے ساتھ امپورٹڈ صفحہ میں طبع کی گئی۔ ”زمزم پبلشرز نے اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ۲ شروحات: ثمرۃ النجاح اور مراقی الفلاح اردو شرح بھی طبع کی ہے۔

(خوبصورت کتابت شدہ ۲ رنگ میں)

۱۹۲ صفحات

بہتر جامع مستند اور تحقیقی کتاب جس کی تائید و تحسین پر وقت کے تمام اکابر کا اتفاق رہا، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے استاذ مولانا سعید بن ہارون صاحب کی تصحیح و تعلیقات کے ساتھ پاکستان میں پہلی مرتبہ شائع کی جا رہی ہے۔

(تصحیح و تعلیق کے ساتھ ۲ رنگ میں)

۱۷۵ صفحات

9789695832288 07487

زمزم پبلشرز
ZAM ZAM PUBLISHERS

Email:zamzampublisher@gmail.com
Website:www.zamzampublishers.com